قل انما انا بشر
رسالت و بشریت
مسئلہ بشریت پر بے نظیر رسالہ
امام العصر
حضرت مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی
تنظیم الدعوۃ الی القرآن و السنۃ

قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰى اِلَيَّ

اَلْعُجَالَةُ الْخِضْرِيَّةِ فِيْ جَمْعِ الرِّسَالَةِ وَالْبَشَرِيَّةِ

رسالت و بشریت

مسئلہ بشریت پر بے نظیر رسالہ

اس میں اس مسئلہ کو ایسے عالمانہ رنگ اور محققانہ انداز میں حل کیا گیا ہے کہ مخالف

بھی پڑھ کر عش عش کر اٹھتا ہے

تصنیف

مولانا حافظ محمد ابراہیم میر سیالکوٹی

ناشر

تنظیم الدعوة إلى القرآن و السُّنّة ، گوالمنڈی۔ راولپنڈی

فہرست

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْعُجَالَةُ الْخِضْرِيَّةُ فِيْ جَمْعِ الرِّسَالَةِ وَ الْبَشَرِيَّةِ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے رسالت کے بارے میں نظریات

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

اَمَّا بَعْدُ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پیشتر رسالت ونبوت کے متعلق لوگوں کے خیالات مختلف تھے، اور وہ سب افراط وتفریط کے بھنور میں پھنسے ہوئے تھے، کوئی تو سرے سے بشر (انسان) کے لیے رسالت کو ہی جائز نہیں جانتا تھا، بلکہ وہ اس کے لائق صرف فرشتوں کو مانتا تھا، چنانچہ عام کفار کے انکار کی عام وجہ یہ بیان فرمائی گئی ہے۔

(۱) وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْآ اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰۤى اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْۤا اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا (سورۃ بنی اسرائیل۔ آیت نمبر ۹۴)۔

ترجمہ: ''اور نہ روکا عام لوگوں کو ایمان لانے سے جب آ گئی ان کے پاس ہدایت مگر اس بات نے کہ انہوں نے کہا کہ کیا مبعوث کیا اللہ تعالیٰ نے بشر کو رسول''

(۲) حضرت نوح علیہ السلام کی تبلیغ رسالت پر ان کی قوم نے کہا:

فَقَالَ الْمَلَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا هٰذَاۤ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُرِيْدُ اَنْ يَّتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً (سورۃ مومنون۔ آیت نمبر ۲۴) ''حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے کفار سرکردہ لوگوں نے کہا کہ نہیں یہ (نوح) مگر ایک بشر مثل تمہاری جو چاہتا ہے کہ بڑائی حاصل کرے اوپر تمہارے اور اگر اللہ چاہتا تو وہ فرشتوں کو اُتارتا''۔

(۳) حضرت ہود علیہ السلام کی قوم نے بھی یہی کہا:

مَا هٰذَاۤ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۔ (سورۃ مومنون۔ آیت نمبر ۳۳)

''نہیں ہے یہ مگر بشر مثل تمہاری''۔ نیز فرمایا۔

لَوْ شَآءَ رَبُّنَا لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً (سورۃ حم سجدہ۔ آیت نمبر ۱۴)

''یعنی اگر ہمارا رب چاہتا تو فرشتے اتارتا''۔

اس مضمون کی آیات بکثرت ہیں، جو ان شاء اللہ آئندہ دوسرے موقع پر مفصل ذکر کی جائیں گی، حاصل یہ کہ وہ لوگ رسالت اور بشریت کا ایک ذات میں جمع ہونا نہیں مانتے تھے، یعنی وہ یہ تسلیم نہیں کرتے تھے کہ کوئی شخص بشر (انسان) ہو کر اللہ تعالیٰ کا رسول بھی ہو سکتا ہے، ان کے نزدیک اس منصب کے لائق صرف فرشتے تھے۔

دوسرا گروہ بالکل ان کے برخلاف رائے رکھتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمام عالم میں متصرف اور تمام کلیات و جزئیات سے بدرجہ اتم واقف ہوتے ہیں اور ہونے چاہئیں اور بیوی و بال بچوں کے تعلقات اور کھانے پینے کے لوازم بشریت سے بالکل مبرا ہونے چاہئیں اور ہوتے ہیں۔

اسی خیال کے لوگوں نے آنحضرت ﷺ سے چند مطالبات کئے جو سورہ بنی اسرائیل میں مذکور ہیں اور ان کا جواب ان الفاظ میں دیا گیا ہے:

قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا (سورۃ بنی اسرائیل۔ آیت ۹۳) ''یعنی (اے پیغمبر ان سے) کہہ دو کہ میں سوائے بشر رسول کے اور کچھ نہیں ہوں؟ (یعنی ذات میں بشر اور منصب میں رسول ہوں، اس کے سوا اور کچھ نہیں ہوں'')۔

تیسرے گروہ کا خیال کچھ اور ہی کہ (معاذ اللہ) دعویٰ نبوت خلل دماغ کا نتیجہ ہے، جنون کی وجہ سے دماغ میں ایسے خیالات آتے رہتے ہیں۔ اور بعض اوقات ان خیالات کے اثر سے عجیب وغریب صورتیں بھی دکھائی دیتی ہیں۔ جن کو وہ مدعی رسالت اللہ تعالیٰ کے فرشتے قرار دیتا ہے، اور بعض اوقات آوازیں بھی سنائی دیتی ہیں، جن کو وہ اللہ تعالیٰ کی وحی

سمجھ لیتا ہے، (العیاذ باللہ) ہوتا کچھ بھی نہیں، ایسے خیالات کے وہ لوگ تھے، اور آج کل بھی آریوں کی صورت میں موجود ہیں، جن کے دماغ مادی فلسفہ نے چاٹ لئے ہیں اور وہ روحانیات سے ناواقف ہو کر علم کے مدعی بنے ہوئے تھے۔ قوم نوح نے حضرت نوح علیہ السلام کو، فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اور اہل مکہ نے آنحضرت ﷺ کو مجنون اسی خیال سے کہا تھا۔

چوتھا گروہ ایک اور تھا جو کاہنوں اور رمالوں کی طرح نبوت کو بھی ایک کسب و پیشہ اور ذریعہ معاش جانتا تھا اور کہتا تھا کہ اس کا دعوے کرنا اور اسے اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت کرنا لوگوں میں رسوخ و تفوق (برتری) حاصل کرنے کے لیے ہے، اور وہ امور جن کو وہ مدعی رسالت معجزات قرار دیتا ہے، وہ ساحرانہ کرتب ہوتے ہیں، اور اس کی تعلیم جسے وہ حکمت و ہدایت کہتا ہے، وہ شاعرانہ تخیلات ہوتے ہیں، ایسے لوگ انبیا اللہ کو (معاذ اللہ) کاذب مفتری اور غرض کے بندے قرار دیتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ پر حقیقت نبوت واضح کی اور ان کے سامنے علم و معرفت کا آفتاب روشن کر کے سب تاریکیوں کو دور کر دیا، کہ یہ ہر چہار گروہ حقیقت شناسی سے بے بہرہ ہو کر اوہام کی پیروی میں غلط رستے پر جا رہے ہیں۔ مَا لَهُمْ بِذَالِكَ مِنْ عِلْمٍ إِنْ هُمْ إِلَّا يَظُنُّونَ (سورۃ جاثیہ آیت نمبر ۲۴)

نبی اپنی جنس سے ہوتا ہے:

پہلے گروہ کی غلط روی یوں ظاہر کی کہ اللہ تعالیٰ کی حکمت کا تقاضا یہی ہے کہ عوام بنی آدم کا معلم و ہادی انہی میں کا اور انہی کی جنس کا ایک آدمی ہو جس پر اللہ تعالیٰ اپنی وحی کا فیضان نازل کرے، اور اس کی طرف اپنے فرشتے بھیجے اور اپنے پیغام و احکام پہنچائے، چنانچہ ایسے

لوگوں کو جو بشر (انسان) کے لیے رسالت کو تسلیم نہیں کرتے تھے اور کہتے تھے کہ اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا کہ وہ ہم کو اپنے پیغام پہنچائے، تو فرشتوں کے ذریعے پہنچاتا، یوں سمجھایا:

قُلْ لَّوْ كَانَ فِي الْأَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ يَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّيْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا (سورۃ بنی اسرائیل، آیت نمبر ۹۵)

"(اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم) ان سے کہہ دو کہ اگر زمین میں فرشتے اطمینان سے چلتے پھرتے (اور سکونت پذیر ہوتے) تو ہم ان پر آسمان سے کوئی فرشتہ ہی رسول بنا کر نازل کرتے (لیکن جب یہاں رہتے انسان ہیں تو ان کی طرف انسان ہی کو رسول بنا کر بھیجنا قرینِ مصلحت ہے)۔"

الوہیت کے اوصاف اور ہیں، اور نبوت کے اوصاف اور:

اور جو لوگ رسولوں کے لیے جمیع کائنات میں متصرف اور جزوی وکلی سب حالات سے واقف ہونا ضروری جانتے تھے اور اسی خیال کی پیروی میں حضرات انبیاء علیہم السلام کے سامنے طرح طرح کے اور عجیب انوکھے مطالبات کی فہرستیں پیش کرتے تھے، ان کو سمجھایا کہ یہ اوصاف الوہیت کے ہیں نہ کہ نبوت ورسالت کے اور نبی کا دعویٰ نبوت اور رسالت کا ہے نہ کہ الوہیت کا۔ پس جو بات نبی کے دعوے سے بالا ہے، اسے تم معیار صداقت گردان کر مطالبات میں کیوں داخل کرتے ہو؟

اللہ تعالیٰ کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے احکام کی تبلیغ کے لیے بھیجا گیا ہے اس کی طرز زندگی، اس کا شب وروز کا تعامل، اس کے اخلاق وعادات اور اس کی تعلیم وہدایات اور سب کے بعد یہ کہ خلق اللہ کی بلاغرض خیر خواہی، عقلمندوں کے لیے اس کے دعوے کی تصدیق کے لیے کافی گواہ ہیں، ہاں عوام الناس کی تسلی کے لیے اللہ تعالیٰ ان کے ہاتھ پر بعض اوقات علمی وعملی معجزات بھی ظاہر کرتا ہے، لیکن وہ اکتسابی امور کی طرح ان کے اختیاری نہیں ہوتے،

بلکہ جب اللہ تعالیٰ چاہے اور جو چاہے وہ اپنے اذن وحکمت سے معجزانہ طور پر ان سے ظاہر کرا دیتا ہے۔ اور ان کو بعض آئندہ ہونے والے امور پر اطلاع بھی دیتا ہے جن سے ان کی نبوت ہر کہ ومہ پر علاوہ ان کے ہمعصر اور حاضر الوقت لوگوں کے آئندہ آنے والی نسلوں میں بھی ظاہر ہو جاتی ہے اور کسی قسم کے تردد وشک کی گنجائش باقی نہیں رہتی، چنانچہ اس بات کو اصولی طور پر مقدورات کے متعلق سمجھایا۔

معجزہ صرف اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہوتا ہے:

وَمَا كَانَ لِرَسُولٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ (سورۃ رعد آیت نمبر ۳۸، سورۃ مومن آیت نمبر ۷۸) ”اور کسی رسول کا اختیار نہیں کہ کوئی معجزہ بغیر حکم الٰہی کے لا سکے“......اور معلومات کے متعلق یوں فرمایا:

وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ (سورہ بقرہ آیت ۲۵۵)

”اور نہیں گھیر سکتے اس کے علم میں سے کچھ بھی مگر وہ جو چاہے“۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کے ساتھ ساتھ بِاِذْنِ اللّٰهِ (سورۃ آل عمران) اور بِاِذْنِيْ (سورہ مائدہ) جو کہا گیا، تو نصاریٰ کے اس وہم کو دور کرنے کے لیے کہا گیا...... جو یہ سمجھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے یہ امور جو ظاہر ہوتے تھے تو بوجہ الوہیت کے ہوتے تھے، بِاِذْنِ اللّٰهِ ماننے سے یہ وہم باقی نہیں رہ سکتا۔

نبی انسان کامل ہوتا ہے:

تیسری قسم کے خشک دماغ منکروں کو سمجھایا کہ اللہ تعالیٰ کا نبی ماؤف الدماغ نہیں ہوتا (نعوذ باللہ) اس پر پیدائش سے لے کر موت تک جنون و دیوانگی اور مراق و مالیخولیا وغیرہا امراض دماغیہ کا سایہ تک نہیں آتا۔ وہ دماغی قویٰ میں اعلیٰ درجہ کا حکیم و دانا اور قلبی کیفیت

میں اعلیٰ درجہ کا صاحبِ اخلاق وآداب اور عملی قویٰ میں اعلیٰ درجہ کا متقی ونیکوکار ہوتا ہے، اس کی زندگی کا ہر لمحہ اس کی ہر حرکت وسکون اس کی خواب و بیداری، اس کی گفتگو اور خاموشی، اس کی ناراضگی و رضا مندی' اس کی محبت ونفرت، غرض اس کی ہر ادا حکمت و مصلحت اور تقاضائے وقتِ حال پر مبنی ہوتی ہے، ان سب باتوں کو مختصر الفاظ میں یوں سمجھایا:

نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ. مَا اَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ. وَاِنَّ لَكَ لَاَجْراً غَيْرَ مَمْنُوْنٍ. وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ۔ (سورہ ن، آیت نمبر ۱ تا ۴)

ن، قلم کی اور اس کی جو لوگ لکھتے ہیں قسم ہے (کہ اے پیغمبر ﷺ!) تم اپنے رب کی نعمت سے مجنون نہیں ہو اور بے شک تمہارے لیے بے انتہا اجر ہے اور بے شک تم نہایت اعلیٰ اخلاق پر ہو۔"

یعنی جس شخص کے اعمال کے نتائج ایسے ہوں، کہ اس کے لیے بے انتہا اجر ہوں اور اس کے اقوال وافعال حکیمانہ و باانظام ہوں اور وہ نہایت اعلیٰ اخلاق و عادات کا مالک ہو وہ دیوانہ ومجنون کیسے ہوسکتا ہے، نیز فرمایا:

قُلْ اِنَّمَآ اَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ اَنْ تَقُوْمُوْا لِلّٰهِ مَثْنٰى وَ فُرَادٰى ثُمَّ تَتَفَكَّرُوْا مَابِصَاحِبِكُمْ مِّنْ جِنَّةٍ. اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ۔ (سورہ سبا آیت نمبر ۴۶)

"(اے پیغمبر ﷺ) ان سے کہہ دو کہ میں تو تم کو صرف ایک بات کی نصیحت کرتا ہوں کہ تم اللہ تعالیٰ کے لیے دو دو ہو کر اور اکیلے اکیلے کھڑے ہو جاؤ پھر فکر کرو (تو تم کو معلوم ہو جائے گا) کہ تمہارے رفیق (تمہارے ساتھ رہنے سہنے والے محمد ﷺ) کو کسی قسم کا جنون نہیں ہے، وہ تو عذاب سے پیشتر تم کو ڈر سنانے والا ہے اور بس"۔

چوتھے گروہ مکذبین کو سمجھایا کہ ہمارے نبی کی نسبت کذب، غرض مندی، سحر، شعر

وغیرہا امور کے وہم جو تم کرتے ہو، یہ سب نادرست ہیں۔ اس کی زندگی کا ایک ایک لمحہ نبوت سے پہلے اور نبوت کے بعد، تمہارے ان اوھام کے خلاف شہادت دے رہا ہے، وہ شروع سے صادق وامین ہے، وہ اعلیٰ درجہ کا متوکل و بے غرض ہے، تبلیغ احکام پر تم سے کسی قسم کی اجرت طلب نہیں کرتا۔ وہ کاہن نہیں ہے، کسی سے (ڈونیشن) (Donations) نذر نیاز نہیں لیتا۔ اس کی تقریر و تعلیم شاعرانہ تخیلات کا نتیجہ نہیں ہے، بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کی وحی ہے جو اپنی حقانیت کی وجہ سے جذبِ قلوب میں مقناطیسی اثر رکھتی ہے۔ اس کے معجزات ساحرانہ کرتب نہیں ہیں، بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انعامات و اکرامات ہیں جو اس کی صداقت کے لیے اللہ تعالیٰ اپنی حکمت وقدرت سے اس کے ہاتھ پر ظاہر کرتا ہے۔ ساحر کی زندگی مکروفریب اور ٹھگ بازی کے نہایت ذلیل حالات میں گزرتی ہے، وہ اللہ تعالیٰ سے یکسر غافل اور عاقبت سے بالکل بے پرواہ ہوتا ہے، لیکن ہمارے رسول ﷺ کی زندگی بالکل بے لوث ہے۔ جس کا ایک ایک لمحہ صداقت وطہارت اور یادِ الٰہی اور عاقبت کی فکر میں گزرتا ہے۔ ان سب امور کے لیے آیاتِ ذیل ملاحظہ ہوں۔

حضور پاک ﷺ کی بزرگی وتقدس:

(۱) فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُراً مِّنْ قَبْلِهٖ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ (سورہ یونس۔ آیت ۱۶)...... ''(اے پیغمبر! ان سے کہہ دو) میں تمہارے درمیان اس سے پیشتر ایک کافی زمانہ رہ چکا ہوں تو کیا تم کو سمجھ نہیں؟''

(۲) وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ ط قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ. وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ ط قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ط. تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعَالَمِيْنَ۔ (سورہ حاقہ آیت ۴۰ تا ۴۳)

(قرآن شریف) کسی شاعر کا قول نہیں ہے. تم لوگ بہت تھوڑا ایمان رکھتے ہو اور نہ وہ کسی کاہن کا قول ہے، تم لوگ بہت تھوڑی نصیحت لیتے ہو، (وہ تو) رب العالمین کا اتارا ہوا

ہے''۔

(۳) فَذَكِّرْ فَمَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَّ لَا مَجْنُوْنٍ. اَمْ يَقُوْلُوْنَ شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ بِهٖ رَيْبَ الْمَنُوْنِ. قُلْ تَرَبَّصُوْا فَاِنِّيْ مَعَكُمْ مِنَ الْمُتَرَبِّصِيْنَ ۔(سورہ۔طور۔آیت نمبر ۲۹ تا ۳۱)

''(اے پیغمبر ﷺ!) تو نصیحت کئے جا۔تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے نہ تو کاہن ہے اور نہ مجنون۔کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ ایک شاعر ہے؟ جس کی نسبت ہم حوادث زمانہ کا انتظار کرتے ہیں،(اے پیغمبر!) ان سے کہہ دو کہ تم انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں سے ہوں''۔

(۴) قُلْ مَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ. وَلَتَعْلَمُنَّ نَبَاَهٗ بَعْدَ حِيْنٍ (سورہ ص۔آیت نمبر ۸۶ تا ۸۸)......

''اے پیغمبر ﷺ.) ان سے کہہ دو میں تم سے اس پر کوئی اجرت نہیں مانگتا اور نہ میں تکلف و بناوٹ کرنے والوں میں سے ہوں۔نہیں وہ (قرآن) مگر نصیحت واسطے عالمین کے اور تم اس کی حقیقت ایک وقت کے بعد ضرور جان لو گے''

(۵) وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِيْ لَهٗ ط اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّقُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ ٥(سورہ یٰسین۔آیت نمبر ۶۹)......

''اور ہم نے اس کو (اپنے پیغمبر ﷺ کو) شعر نہیں سکھایا اور نہ شعر گوئی اس کی شان کے لائق ہے،وہ تو صرف نصیحت اور قرآن مبین ہے۔''

(۶) اَمْ تَسْئَلُهُمْ اَجْرًا فَهُمْ مِنْ مَغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ (سورہ قلم۔آیت ۴۶)

''(اے پیغمبر!) کیا تو ان سے کچھ اجرت مانگتا ہے؟ کہ یہ لوگ اس کے تاوان سے بوجھ میں دبے جاتے ہیں؟ (یعنی یہ بات نہیں ہے)؟''۔

(۷) اَمْ تَسْـئَلُهُمْ خَرْجاً فَخَرَاجُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَّهُوَ خَيْرُ الرَّازِقِيْنَ (سورہ مومنون۔آیت ۷۲) ''کیا تو ان سے کچھ خرچ مانگتا ہے (یعنی ہرگز نہیں) پس تیرے رب کا (دیا ہوا خرچ) بہتر ہے اور وہ خیر الرازقین ہے''۔

(۸) قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْراً اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبىٰ ؕ (سورہ شوریٰ۔آیت نمبر ۲۳) ''(اے پیغمبر ﷺ!) ان سے کہہ دو نہیں مانگتا میں تم سے کچھ سوائے قرابت داری کی محبت کے''۔

(۹) قُلْ مَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِلَّا مَنْ شَآءَ اَنْ يَّتَّخِذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلاً ۝ (سورہ فرقان۔آیت ۵۷) ''(اے پیغمبر!) ان سے کہہ دو نہیں مانگتا میں تم سے کچھ اجرت مگر یہ کہ جو چاہے وہ اپنے رب کی طرف رستہ پکڑ لے''۔

اور آنحضرت ﷺ کے رات اور دن میں ذکر الٰہی میں مشغول رہنے کی آیات بھی بکثرت ہیں اور احادیث صحیحہ میں آپ ﷺ کی جو شب بیداری اور روزہ نفلی مذکور ہے۔وہ تو بیش از بیش ہے۔

غرض ہر وہم اور ہر اعتراض کے دور کرنے کے لیے پیغمبر ﷺ کی طرزِ زندگی کافی رہنما ہے، اور ایک حق پسند کے لیے اس کو تسلیم کرنے سے چارہ نہیں......دنیا جہان پر بلکہ انسانی دماغ پر آنحضرت ﷺ کا یہ بڑا احسان ہے، کہ آپ ﷺ سے پہلے نبوت کے متعلق لوگ طرح طرح کی ظلمتوں میں پھنسے ہوئے تھے۔آپ ﷺ لوگوں کو ان ظلمات سے نکال کر حقیقت شناسی کی روشنی میں لے آئے اور ایسے شستہ طریق اور برجستہ الفاظ میں سمجھا دیا کہ اب اس حقیقت پر پردہ نہیں پڑ سکتا۔

جو فلسفیوں سے حل نہ ہوا اور نکتہ وروں سے کھل نہ سکا
وہ راز اک کملی والے ﷺ نے بتلا دیا چند اشاروں میں

پولوس یہودی سے ایک نمبر آ گے:

لیکن مقامِ حیرت ہے کہ جس ستودہ صفات ﷺ نے ان ظلمتوں کو دور کیا تھا۔ساڑھے تیرہ سو سال کے بعد چند سال سے ایک شخص نے اسی ذات اقدس ﷺ کی نسبت اور خاص اسی کی امت میں بظاہر محبانہ انداز میں وہی آواز اٹھائی۔ جو آج سے قریباً دو ہزار سال پیشتر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت پولوس یہودی نے اٹھائی تھی۔ بلکہ یہ حضرت ایک نمبر اس پر بھی فوقیت لے گئے۔ کیونکہ پولوس نے حضرت مسیح علیہ السلام کو ابنِ آدم کہہ کر معبود بنایا تھا لیکن یہ حضرت تو کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ جنسِ بشر سے تھے ہی نہیں اور جو شخص آپ کو بشر کہے اور جنسِ بشر سے جانے وہ کافرو مردود ہے، چنانچہ ان کے ایک جلسہ میں منجملہ اوراشعار کے یہ شعر بھی پڑھا گیا تھا۔

وہی جو مستوی عرش تھا خدا ہو کر
اتر پڑا مدینہ میں مصطفےٰ ہو کر [1]

یعنی اللہ تعالیٰ جو عرش بریں پر مستوی ہے وہی مدینہ میں محمد مصطفیٰ ﷺ کی صورت میں اتر آیا ہے۔

اب فرمایئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت عیسائیوں کے عقیدے اور کرشن جی کی نسبت ہندوؤں کے عقیدے اور اس میں کیا فرق ہے؟

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت ایسا اعتقاد رکھنے والوں کی نسبت قرآن کریم کا یہ فتویٰ ہے۔

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوٓا إِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ (سورہ مائدہ۔آیت نمبر ۱۷) ''البتہ کافر ہو گئے وہ لوگ جنہوں نے کہا کہ تحقیق اللہ وہی ہے مسیح ابن مریم (علیہما

---

[1] اخبار الفقیہ امرتسر بابت ماہ جنوری ۱۹۲۱ء ۱۲ منہ

السلام)''۔

اس پولوسی اور ہندوانہ اعتقاد کا شہر سیالکوٹ میں بہت چرچا ہوگیا ہے[1] اور عوام میں جوش پھیل کر نوبت دست درازی اور مقدمات تک پہنچ گئی ہے۔ تحقیق مسئلہ کے لیے میں نے اس کی نسبت ایک تقریر کی جس کے نوٹ اس وقت منضبط کر لیے گئے تھے۔ اب ان کو ناظرین کے فائدہ کے لیے مرتب کر کے پیش کیا جاتا ہے۔ وَاللّٰهُ وَلِيُّ التَّوفِيْق۔

بشر کے لفظی معنی:

سب سے پہلے لفظ بشر کی لفظی تحقیق ضروری ہے کہ لغت میں اس کے معنی کیا ہیں؟ اور آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد کو اللہ تعالیٰ نے بشر کیوں کہا؟ سو معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق زمین میں اور آسمان میں کئی طرح کی ہے، بعض آنکھ سے دکھائی دیتی ہے، بعض نہیں دکھائی دیتی۔ فرمایا.

فَمَا اُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُوْنَ ۝ وَ مَا لا تُبْصِرُوْنَ ۝ (سورہ حاقہ۔ آیات نمبر ۳۸۔۳۹) ''قسم ہے ان چیزوں کی جن کو تم دیکھتے ہو اور ان کی جن کو تم نہیں دیکھتے''۔

یعنی وہ چیزیں جو نظر آتی ہیں، مثلاً زمین، آسمان، ستارے، جمادات، نباتات، انسان، اور دیگر خاکی حیوانات۔

اور جو نظر نہیں آتیں۔ مثلاً ناری (جنات) اور نوری (فرشتے) اور ارواح۔

حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ادم بھی کہا ہے۔ (سورہ بقرہ۔ آیت ۳۳) اس لیے ہم آدمی ہیں، چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔

مَا مِنْ اٰدَمِيٍّ اِلَّا لِقَلْبِه بَيْتَانِ (حصن حصین لکھنوی ص ۱۱) کوئی آدمی نہیں جس

---

[1] آجکل اس مسئلے کی پورے ملک کو ضرورت ہے کیونکہ بعض حضرات نے اسے بڑا پیچیدہ بنا رکھا ہے

کے دل میں دو خانے نہ ہوں"۔

اور انسان بھی کہا ہے۔ (سورہ حجر آیت ۲۶) اس لیے ہم انسان بھی ہیں۔ چنانچہ فرمایا:

يَآ يُّهَاالْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِo (سورہ انفطار۔آیت ٦)

"اے انسان تجھے تیرے صاحب کرم رب سے کس چیز نے دھوکا دیا"۔

اور بشر بھی کہا ہے۔ (سورۂ ص۔ آیت ۷۱) اس لیے ہم بشر بھی ہیں اور حضرت آدم علیہ السلام ابو البشر ہیں۔ چنانچہ حدیث شفاعت میں ہے کہ قیامت کے دن عام گھبراہٹ کے وقت لوگ آپس میں کہیں گے کہ اس حالت میں اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں کسی کو شفیع بناؤ۔ تو کہیں گے کہ چلو آدمؑ کے پاس چلیں، پس آدم علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور کہیں گے، اَنْتَ اَبُو الْبَشَرِ الحدیث یعنی آپ جنسِ بشر کے باپ ہیں۔(۱)

اور آدم علیہ السلام کو بشر کہنے کی یہ وجہ ہے کہ بشر کہتے ہیں ظاہر جسم والی صاحب ادراک و عقل ہستی کو۔ آدم علیہ السلام (۲) اور ان کی اولاد کا جسم ظاہر ہے اور وہ صاحبِ ادراک اور عقل بھی ہے۔ جنات اور فرشتے صاحبِ ادراک نہیں ہیں۔

نتیجہ: آنحضرت ﷺ اولادِ آدم علیہ السلام سے ہیں، اس لیے آپ بشر ہیں۔ آنحضرت ﷺ ظاہر جسم والے اور صاحبِ عقل و ادراک تھے، اس لیے بشر ہیں۔

جو شخص آپ ﷺ کو بشر نہیں مانتا، وہ دو حال سے خالی نہیں، یا تو آپ ﷺ کو ظاہر جسم والے نہیں جانتا۔ یا معاذ اللہ صاحبِ عقل و ادراک نہیں مانتا۔

---

(۱) بخاری کتاب احادیث الانبیاء، باب قول اللہ عزوجل (ولقد ارسلنا نوحاً الی قومہ) ح ۳۳۴۰ مسلم کتاب الایمان: باب ادنی اھل الجنۃ منزلۃ فیھا ح ۱۹۴

(۲) ایک اشتقاق کی رو سے آدم کے معنے یہ بھی ہیں۔ظاہر چمڑے والا۔ چنانچہ لسان العرب میں ہے الذی ینبت فیہ الشعر البشرۃ والادمۃ یعنی جس میں بال اُگتے ہیں اسے بشرہ اور آدمہ کہتے ہیں) اور بال اگنے کی چیز چمڑہ ہی ہوتا ہے) نیز مصباح میں ہے الادیم الجلد المدبوغ یعنی رنگے ہوئے چمڑے کو ادیم کہتے ہیں۔ ۱۲ منہ

پہلی بات خلافِ مشاہدہ ہے، آپ ﷺ اپنے والدِ ماجد حضرت عبداللہ کی پشت سے اور والدہ ماجدہ حضرت آمنہ کے بطن مبارک سے مثل دیگر بنی آدم کے پیدا ہوئے۔ دایہ حلیمہ کا دودھ پیتے رہے۔ لوگوں میں رہتے سہتے تھے' بنی آدم میں آپ کی شادیاں ہوئیں۔ ان میں سے بعض سے اولاد بھی ہوئی۔ بیٹے بھی اور بیٹیاں بھی۔ آپ ﷺ کا والد بھی تھا والدہ بھی۔ آپ کی دادیاں بھی تھیں اور نانیاں بھی۔ آپ کے چچا بھی تھے اور پھوپھیاں بھی اور خالائیں بھی۔ آپ ﷺ کے داماد بھی تھے اور سسرال بھی۔

قرآن شریف میں آپ کے رشتوں کا ذکر صریح الفاظ میں موجود ہے(۱) اور احادیث میں ان کی بہت لمبی تفصیل موجود ہے۔

آنحضرت ﷺ کے سب رشتہ دار بشر تھے:

غرض جو جو رشتے دیگر بنی آدم کے ہیں وہ آپ ﷺ کے بھی تھے۔ آپ ﷺ نے آدم زاد خواتین اپنی زوجیت میں لیں۔ سب سے پہلی حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں وہ آدم زاد تھیں۔ تعلق زوجیت کے علاوہ وہ آپ کی جدّی رشتہ دار بھی تھیں یعنی آپ اور وہ ہر دو قصی کی اولاد میں سے تھے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطنِ مبارک سے آپ کی اولاد دو بیٹے قاسم اور عبداللہ (طیب وطاہر) اور چار بیٹیاں (۱) زینب (۲) رقیہ (۳) ام کلثوم (۴) اور فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہم اجمعین پیدا ہوئیں۔ یہ سب لڑکیاں آپ ﷺ نے حضرت عثمان' حضرت علی رضی اللہ عنہما وغیرہما اپنے رشتہ داروں کی زوجیت میں دیں۔ آخری بیٹا آپ ﷺ کا حضرت ابراہیم' حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہما کے بطنِ مبارک سے پیدا ہوا۔ یہ سب اولادِ آدم سے تھے۔ انسان تھے، بشر تھے۔ معاذ اللہ کچھ اور نہ تھے۔

---

(۱) سورۂ احزاب پارہ ۲۲۔ آیت یا ایھا النبیّ انا احللنا لک ازواجک الآیہ نیز آیت یا ایھا النبی قل لازواجک و بناتک الآیہ منہ ۱۲

سورہ فرقان میں اللہ تعالیٰ نے بشر کی پیدائش اور اس کے دو سلسلوں نسب اور مصاہرت ہر دو کا اس طرح ذکر کیا ہے۔

وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهُ نَسَبًا وَّ صِهْرًا (سورہ فرقان۔ آیت ۵۴) ''اور وہ اللہ وہ ذات ہے جس نے پیدا کیا بشر کو پانی سے اور کیا اس کو صاحب نسب وصاحبِ دامادی''۔

نتیجہ: یہ دونوں سلسلے اللہ تعالیٰ نے بشر کے لیے فرمائے ہیں۔ پس جب آنحضرت ﷺ کے بھی یہ دونوں سلسلے تھے۔ تو آپ جنسِ بشر سے ہوئے...... آپ ﷺ صحابہ رضی اللہ عنہم سے ملاقات کرتے۔ مصافحہ اور معانقہ بھی کرتے تھے۔ مجلسوں میں آمنے سامنے بیٹھتے۔ آپ خطبہ دیتے۔ وہ سنتے۔ آپ امامت کراتے وہ پیچھے اقتدا کرتے۔ عام حالات میں آپ کی خدمت بھی کرتے۔ کوئی استنجا پاک کرنے کے لیے آپ کے واسطے ڈھیلے لاتا۔ (۱) کوئی پانی کا لوٹا لے کر حاضر رہتا (۲) یہ سب امور مشاہدے کے متعلق ہیں جو احادیث میں مذکور ہیں اور ان سے کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آپ کی زوجہ مطہرہ فرماتی ہیں۔

''آپ اپنی جوتی خود ہی گانٹھ لیتے اور اپنا کپڑا خود ہی ٹانک لیتے تھے۔ اور اپنے گھر میں اسی طرح کام کاج کرتے تھے جس طرح تم میں ہر ایک اپنے گھر میں کرتا ہے۔ وَقَالَتْ كَانَ بَشَرًا مِّنَ الْبَشَرِ ''الحدیث (۳) یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ بھی کہا کہ آنحضرت ﷺ جنس بشر سے تھے۔ کیا (معاذ اللہ) آپ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر بھی

---

(۱) بخاری' کتاب الطھارۃ: باب الاستنجاء بالحجارۃ' ح ۱۵۵' ۱۵۶'

(۲) بخاری' کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ: باب مناقب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ' ح ۳۷۶۱' وکتاب الطھارۃ: باب من حمل معہ الماء لطھورہ' ح ۱۵۱

(۳) مسند احمد (۶/ ۱۶۷' ۲۵۶) شمائل ترمذی (۳۴۱) الادب المفرد للبخاری (۵۴۹۔۵۵۱)

یہی فتویٰ لگائیں گے؟ توبہ استغفر اللہ!

(۲) باقی رہی دوسری صورت کہ یہ لوگ آنحضرت ﷺ کو (معاذ اللہ) صاحبِ ادراک وعقل نہ سمجھیں۔ تو اس سے انکارِ نبوت لازم آئے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی سنت یہی رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر عقیل وفہیم کو رسول و نبی بناتا رہا ہے۔ محض عناصر اور ذوی العقول کو اللہ تعالیٰ نے کبھی نبی نہیں بنایا۔ چنانچہ فرمایا۔

وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَاكُلُوْنَ الطَّعَامَ (سورہ انبیاء۔ آیت ۸)

یعنی ہم نے ان کو محض جسم نہیں بنایا کہ کھانا نہ کھاتے ہوں"۔

سابقاً آپ پڑھ آئے ہیں کہ کفار، انبیاء علیہم السلام کو ان کے جنس بشر سے ہونے کی وجہ سے رسول اللہ نہیں مانتے تھے۔ یعنی بشر کے لیے منصبِ رسالت تسلیم نہیں کرتے تھے۔ یا یوں سمجھئے کہ بشریت ورسالت کا ایک ذات میں جمع ہونا نہیں مانتے تھے۔ اور آج کل جو آواز اٹھ رہی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو بشر نہیں کہنا چاہیئے۔ یہ بھی کفار کی آواز کی بازگشت ہے۔ اور اس کا نتیجہ بھی یہی ہے۔ کہ بشریت ورسالت جمع نہیں ہوسکتی۔ وہ ان کی بشریت کے سبب رسالت کو نہیں مانتے تھے اور یہ ان کی رسالت کے سبب بشریت کو نہیں مانتے۔ حالانکہ تمام انبیائے کرام علیہم السلام اولاد آدم سے ہوئے۔ اور قرآن وحدیث کی تصریحات سے یہ حقیقت بمرتبہ حق الیقین، عیاں ہے، کہ اللہ تعالیٰ بنی آدم کی طرف بشروں ہی کو رسول بناتا رہا ہے۔ پس کفر ان لوگوں پر لازم آتا ہے جو بشریت ورسالت کے اجتماع کو نہ مانیں۔ چاہے بشر جان کر رسول کا انکار کریں، چاہے رسول مان کر بشر نہ سمجھیں۔ اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ امر یعنی اجتماع بشریت ورسالت سے ہر دو فریق منکر ہیں جن دو امروں کو اللہ تعالیٰ شروع سے اخیر تک جمع کرتا آیا ہے۔ ان میں انہوں نے تفریق کی اور اللہ تعالیٰ کے دستور کے خلاف اعتقاد رکھا۔

فَاَیُّ الْفَرِیْقَیْنِ اَحَقُّ بِالْاَمْنِ اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَo (سورہ انعام۔ آیت ۸۲)

نبوت بشر کے ساتھ مخصوص ہے:

اب ہم بعض وہ آیات اور احادیث مبارکہ ذکر کرتے ہیں جن سے صاف واضح ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے وحی، نبوت، بشر اور اولادِ آدم سے مخصوص کی ہے۔

آیات (۱) مَا کَانَ لِبَشَرٍ اَنْ یُّؤْتِیَہُ اللّٰہُ الْکِتٰبَ وَالْحُکْمَ وَالنُّبُوَّۃَ ثُمَّ یَقُوْلَ لِلنَّاسِ کُوْنُوْا عِبَادًا لِّیْ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ وَ لٰکِنْ کُوْنُوْا رَبّٰنِیّٖنَ (سورہ آلِ عمران۔ آیت نمبر ۷۹)

"کسی بشر کو لائق نہیں کہ اللہ تو اُسے کتاب، حکمت اور نبوت عطا کرے اور وہ لوگوں سے کہے کہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر تم میرے بندے بن جاؤ (لیکن وہ یہ کہتا ہے کہ) تم ربانی بن جاؤ۔

اس آیت کریمہ میں نبوت کا دینا اور کتاب کا عطا کرنا بشر کے لیے صاف لکھا ہے۔

(۲) وَمَا کَانَ لِبَشَرٍ اَنْ یُّکَلِّمَہُ اللّٰہُ اِلَّا وَحْیًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ یُرْسِلَ رَسُوْلًا فَیُوْحِیَ بِاِذْنِہٖ مَا یَشَآءُ اِنَّہٗ عَلِیٌّ حَکِیْمٌo (سورہ شوریٰ۔ آیت ۵۱) "کسی بشر کے لیے (باعتبار اپنی ذات کے) ممکن نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس سے کلام کرے مگر بذریعہ وحی (والہام) یا (غیب سے) پردے کے پیچھے سے آواز (سنائے) یا اپنا کوئی فرشتہ بھیجے جو اس کے (اللہ کے) حکم سے جو وہ چاہے پیغام پہنچائے۔ بے شک وہ (اللہ) بڑا عالی (ذات ہے اور) باحکمت ہے"۔

(۳) سورہ مریم میں کئی ایک انبیاء حضرت زکریا، حضرت یحییٰ، حضرت عیسیٰ، حضرت ابراہیم، حضرت اسحٰق، حضرت یعقوب، حضرت موسیٰ، حضرت ہارون، حضرت اسماعیل اور حضرت ادریس علیہم السلام کا ذکر کر کے فرمایا:

أُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ مِنْ ذُرِّيَّةِ اٰدَمَ (سورہ مریم۔آیت نمبر ۵۸) ''یہ (مذکورین) وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا انبیاء سے اولاد آدم میں سے''۔

اس آیت میں ان سب انبیاء کو اولاد آدم ہی صاف الفاظ میں کہا گیا ہے۔

احادیث: (۱) حدیثِ معراج شریف میں آنحضرت ﷺ حضرت آدم، حضرت یحییٰ، حضرت عیسیٰ، حضرت یوسف، حضرت ادریس، حضرت ہارون، حضرت موسیٰ، اور حضرت ابراہیم علیہم السلام کی ملاقات کا پہلے آسمان سے ساتویں آسمان تک ذکر کرتے ہیں۔ ان میں دیگر سب انبیاء علیہ السلام نے آپ ﷺ سے یوں خطاب کیا...... مَرْحَبًا بِالْاَخِ الصَّالِحِ وَ النَّبِيِّ الصَّالِحِ ۔یعنی مرحبا ہو صالح بھائی اور صالح نبی کو''۔لیکن حضرت آدم علیہ السلام سے ملاقات پر حضرت جبریل علیہ السلام نے آپ ﷺ سے کہا۔ هٰذَا اَبُوْكَ اٰدَمُ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ یعنی یہ آپ ﷺ ۔کے باپ آدم ہیں ان کو سلام کہیے۔آپ فرماتے ہیں 'فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ یعنی میں نے حضرت آدم کو سلام کہا۔تو آدم نے سلام کا جواب دے کر کہا مَرْحَبًا بِالْاِبْنِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ ۔یعنی مرحبا ہو صالح بیٹے اور صالح نبی کو۔

اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملاقات پر حضرت جبریل نے آپ سے کہا۔ هٰذَا اَبُوْكَ اِبْرَاهِيْمُ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ ۔یعنی یہ آپ کے باپ ابراہیم ہیں ان کو سلام کہیے۔ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں۔میں نے ان کو سلام کہا تو انہوں نے سلام کا جواب دے کر کہا۔ مَرْحَبًا بِالْاِبْنِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ . یعنی مرحبا ہو صالح بیٹے اور صالح نبی کو۔(۱)

(۲) آنحضرت ﷺ نے شب معراج میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جو دیکھا تو ان کا حلیہ اس طرح بیان فرمایا'' اَنَا اَشْبَهُ وَلَدِهٖ بِهٖ'' میں ان کی اولاد میں سے سب سے زیادہ

(۱) بخاری، کتاب الصلاۃ: باب کیف فرضت الصلاۃ فی الاسراء، ح ۳۴۹، مسلم، کتاب الایمان: باب الاسراء برسول اللہ ﷺ ح ۱۶۳، ۱۶۴

ان سے مشابہت رکھتا ہوں۔(۱) یعنی میں ہم شکل ہونے میں سے سب سے زیادہ ان سے مشابہ ہوں۔

اس حدیث میں صاف مذکور ہے کہ حضرت آدم اور حضرت ابراہیم علیہما السلام کی بابت آپ ﷺ کو حضرت جبرئیل نے کہا کہ یہ آپ کے باپ ہیں۔ اور وہ ہر دو آپ ﷺ کو بیٹا کہتے ہیں۔ اس سے صاف ثابت ہے کہ آپ آدم میں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے ہیں۔ اور آنحضرت ﷺ اپنا حلیہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مشابہ فرماتے ہیں۔

اور ظاہر ہے کہ باپ بیٹے کی حقیقت ایک ہی ہوتی ہے جب باپ حضرت ابراہیم بشر ہیں۔ تو فرزند یعنی آنحضرت ﷺ بھی بشر ہوئے۔ اس مضمون کی آیات اور احادیث اور بھی بہت ہیں لیکن بنظر اختصار ہم انہی پر اکتفا کرتے ہیں۔

عام کتب ھائے لغات کی شہادت:

اب ہم عام کتب ہائے لغات سے ثابت کرتے ہیں کہ بَشَرٌ عربی زبان میں ظاہری جسم، ننگے چمڑے اور نوع انسانی پر بولا جاتا ہے۔

ا۔ قاموس: (۱) اَلْبَشَرُ مُحَرَّکَةٌ اِلْاِنْسَانُ ذَکَرٌ وَّ اُنْثیٰ۔ بَشَر (بفتحتین) انسان کو کہتے ہیں، چاہے مرد ہو چاہے عورت۔

(۲) وَظَاهِرُ جِلْدِ الْاِنسان ۔ اور انسان کے ظاہری چمڑے کو بھی کہتے ہیں۔

۲ المصباح المنیر: (۱) اَلْبَشَرَةُ ظَاهِرُ الْجِلْدِ. اَلْبَشَرةُ ظاہری چمڑے کو کہتے ہیں۔

(۲)۔ ثُمَّ اُطْلِقَ عَلَی الْاِنسانِ پھر اس کا اطلاق عام نوع انسانی پر ہو گیا۔

---

(۱) بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب قول اللہ تعالیٰ (واذکر فی الکتاب مریم)، ح ۳۴۳۷، مسلم، کتاب الایمان: باب الاسراء برسول اللہ ﷺ، ح ۱۶۸

۳۔لسان العرب۔لسان العربؑ عربی لغات کی بہت مبسوط اور ضخیم کتاب ہے۔بیس جلدوں میں ختم ہوتی ہے۔اس میں اس لفظ کی بہت لمبی تفصیل لکھی گئی ہے۔ان میں سے بعض حوالوں کا مختصر انتخاب حسب ذیل ہے۔

(۱) وَالْبَشَرُ جَمْعُ بَشَرَۃٍ ' بَشَرٌ. بَشَرَۃٌ کی جمع ہے۔اور ظَاھِرُ الْجِلدِ وہ ظاہری چمڑہ ہے۔

(۲) بَشَرِۃ اعلیٰ جِلْدَۃِ الرّأسِ وَالْجَسَدِ مِنَ الْاِنْسَان وَمِنْہُ اشْقَتْ مُبَاشَرَۃُ الرَّجُلِ الْمَرْاَۃَ لِتضَامِّ اَبْشَارِھِمَا وَالْبَشَرَۃُ وَالْبَشَرُ ظَاھِرُ جِلْدِ الْاِنْسَان. بَشَرَۃٌ سر اور انسانی جسم کے اوپر کے چمڑے کو کہتے ہیں۔اور اسی سے مشتق ہے۔مباشرت مرد کی عوت سے بوجہ ملنے ان دونوں کے بدنوں کے اور بَشَرَۃٌ اور بَشَرٌ انسان کے ظاہری چمڑے کو کہتے ہیں۔

(۳)۔یُقَالُ لِظَاھِرِ جِلْدَۃِ الرَّاسِ الَّذِیْ یُنْبَتُ فِیْہِ الشَّعْرُ الْبَشَرَۃُ وَالْاَدَمَۃُ (۵/۱۳۵) سر کے ظاہری چمڑے کو جس میں بال اگتے ہیں۔بَشَرَۃٌ اور اَدَمَۃٌ کہا جاتا ہے۔

۴۔منتہی الارب۔منتہی الارب جو قاموس' صحاح اللغات اور شمس العلوم وغیرہ لغاتِ عربیہ کا فارسی زبان میں صحیح ترجمہ اور بہترین انتخاب ہے۔اس میں کئی ایک الفاظ اور محاورات اسی مادہ بشر کے تحت مذکور ہیں۔جن میں یہی ظاہری بدن اور چمڑے کے معنے ملحوظ ہیں۔ہم قارئین کی واقفیت اور سہولت کے لئے عربی الفاظ و محاورات اور منتہی الارب میں سے ان کے فارسی معانی اور ان کے مقابلہ میں ان کا اردو ترجمہ تین کالموں میں تقسیم کر کے لکھتے ہیں۔

نمبر شمار	محاورہ یا لفظ عربی	منتہی الارب میں سے فارسی معنی	اُردو ترجمہ
۱	بَشَر	مَردم	آدمی
۲	ابو البشر	آدم علیہ السلام	نوع انسانی کا باپ یعنی حضرت آدم
۳	هُوَ اَلْبَشَرُ مِنْهُ	اُو خوب و جمیل تر و فربہ تراست ازوے	وہ اس کی نسبت اچھا اور خوبصورت اور موٹا ہے اور یہ سب اوصاف ظاہر بدن کے ہیں۔
۴	مُبْشُرُوَةٌ	زنِ خوش اندام۔ خوشرنگ	خوبصورت بدن اور خوبصورت رنگ والی عورت۔
۵	بَشَرٌ	روئے پوست برداشتن و بریدن مُوئی بردت تا آنکہ بشرہ ظاہر گردد۔ الخ	چمڑے کا ظاہری حصہ چھیل ڈالنا اور مونچھوں کے بال کاٹنا یہاں تک کہ (بشرہ) چمڑہ ظاہر ہو جائے۔
۶	باشَرَ الْمَرْأَةَ	جماع کردن زن را با ہر دو در یک جامہ شدند و ظاہر بدن ایشاں باہم شود	اس نے بی بی سے جماع کیا یا دونوں ایک جامعہ میں سوئے اور ان کا ظاہری بدن ایک دوسرے سے لگا۔

لغات قرآن وحدیث کی شہادت:

اس کے بعد خاص قرآن وحدیث کی لغات کی تصریحات بھی ملاحظہ کیجئے۔

۱۔ نہایہ ابنِ اثیر۔(۱) وَفِی حَدِیثِ عَبدِ اللّٰہ بن عَمرو. اُمِرْنَا ان نَبْشُرَ الشَّوارِبَ بَشْراً ای نُحْفِیهَا حَتیٰ تَبیَّنَ بَشْرَتُهَا و هِیَ ظَاهِرُ الْجِلْدِ وَ تُجمَعُ عَلیٰ اَبْشَارٍ اور حضرت عبداللہ بن عمرو کی حدیث اُمِرْنَا اَنْ نَبْشُرَ الشَّوَارِبَ بَشَرَ کے یہ معنی ہیں کہ ہم کو حکم ہوا کہ ہم مونچھیں اتنی کترائیں کہ ان کا چمڑا ننگا ہو جائے۔ اور وہ (بشرہ)

ظاہری چمڑہ کو کہتے ہیں اوراس کی جمع اَبشارؒ بھی آتی ہے۔

(۲) (ومنه الحديث) لَمْ اَبْعَثْ عُمَّالِيْ لِيَضْرِبُوْا اَبْشَارَكُمْ اوراسی باب سے یہ حدیث بھی ہے) میں نے اپنے عامل (زکوۃ وصدقات جمع کرنے والے) اس لیے نہیں مقرر کیے کہ تمہارے بدنوں کے چمڑوں کو پیٹیں۔

(۳) (ومنه الحديث) اَنَّهُ كَانَ يُقَبِّلُ وَيُبَاشِرُو هُوَ صَائِمٌ اَرَادَ بِالْمُبَاشَرَةِ الْمُلَامَسَةُ وَاَصْلُهُ مِنْ لَمْسِ بَشَرَةِ الرَّجُلِ بَشَرَةَ الْمَرْأَةِ وَقَدْ تَكَرَّرَ ذِكْرُ ذٰلِكَ فِي الْحَدِيْثِ (اوراسی باب سے یہ حدیث بھی ہے) کہ آپ روزہ کی حالت میں (اپنی بیبیوں سے) بوسے بھی لے لیتے تھے۔اوران کے بدن سے بدن بھی لگا لیتے تھے۔ اور مباشرت کے معنی آپس میں بدن سے بدن لگانا ہے۔اوراس کا اصل یہ ہے کہ مرد اپنا بدن عورت سے لگائے۔اور یہ محاورہ حدیث میں کئی دفعہ آیا ہے۔

(۴) (ومنهُ حديثُ بِحَيَّةَ) اِبْنَتُكَ الْمُؤْدَمَةُ الْمُبْشَرَةُ يَصِفُ حُسْنَ بَشْرَتِهَا وَشِدَّتِهَا. اوراسی باب سے یہ بھی ہے، تیری بیٹی جوخوبصورت اور مضبوط بدن والی ہے۔ اس میں اس کے چمڑے (بدن) کی خوبصورتی اور مضبوطی کی تعریف ہے۔

۲۔ مجمع البحار۔ یہ کتاب لغت حدیث کی سابقہ کتب کی جامع ہے۔اس میں نہایہ ابن اثیر والی مذکورہ بالا چاروں حدیثیں بھی مرقوم ہیں۔اوران کے علاوہ مندرجہ ذیل احادیث بھی مذکور ہیں۔

(۵) وح اروى بَشَرَتَهُ اىْ جَعَلَهُ رَيَّاناً وَالْبَشَرَةُ ظَاهِرُ الْجِلْدِ وَهُوَ تَحْتَ الشَّعْرَةِ اورحدیث اَروىٰ بَشَرَتَهُ کے معنی یہ ہیں کہ اس خبر نے آپ کے چہرے کو تروتازہ کردیا اوربشرہ ظاہری چمڑہ کو کہتے ہیں۔ جو بالوں کے نیچے ہوتا ہے۔

(۶) لَاتُبَاشِرُ الْمَرْأَةُ الْمَرْأَةَ فَتَنْعَتُهَالِزَوْجِهَاالْمُبَاشَرَةُ الْمُعَاشَرَةُ وَالْمُلَامَسَةُ

کوئی عورت ایسا نہ کرے کہ اپنا بدن دوسری عورت کے بدن سے ملا دے اور پھر اس کا حال اپنے خاوند سے ذکر کرے اور مباشرت (اصل میں) آپس میں ملانے اور لگانے کو کہتے ہیں۔

۲۔ **مفرداتِ راغب:** امام راغب اصفہانیؒ کی کتاب مفردات القرآن، لغت قرآن میں ایک بے نظیر کتاب ہے۔ اس میں لفظ بشر کی لغوی تحقیق، نوع انسانی کو بشر کہنے کی وجہ۔ کہ انبیاء کے بشر ہوتے ہوئے کفار نے ان کی نبوت سے کیوں انکار کیا، بشر اور عام بشروں سے ممتاز ہوتے ہیں۔ یہ سب امر بہت مختصر الفاظ میں نہایت ہی عجیب طور پر مذکور ہیں۔

اَلْبَشَرَةُ ظَاهِرُ الْجِلْدِ وَ عُبِّرَ عَنِ الْاِنْسَانِ بِالْبَشَرِ اِعْتِبَارًا بِظُهُوْرِ جِلْدِهٖ مِنَ الشَّعْرِ بِخِلَافِ الْحَيْوَانَاتِ الَّتِیْ عَلَيْهَا الصُّوْفُ اَوِ الشَّعْرُ اَوِ الْوَبَرُ وَاسْتَوٰی فِیْ لَفْظِ الْبَشَرِ الْوَاحِدُ وَالْجَمْعُ وَثُنِّیَ فَقَالَ تَعَالٰی اَنُؤْمِنُ لِبَشَرَيْنِ (١) وَخُصَّ فِی الْقُرْاٰنِ كُلُّ مَوْضِعٍ اُعْتُبِرَ مِنَ الْاِنْسَانِ جُثَّتُهٗ وَظَاهِرُهٗ بِلَفْظِ الْبَشَرِ نَحْوَ وَهُوَ الَّذِیْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا (٢) وَقَالَ عَزَّوَجَلَّ اِنِّیْ خَالِقٌ بَشَرًا مِّنْ طِيْنٍ (٣) وَلَمَّا اَرَادَ الْكُفَّارُ الْغَضَّ مِنَ الْاَنْبِيَآءِ اعْتَبَرُوْا ذٰلِكَ فَقَالُوْا اِنْ هٰذَا اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ (٤) وَقَالَ تَعَالٰی اَبَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا نَّتَّبِعُهٗ (٥) مَا اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا (٦) اَنُؤْمِنُ لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا (٧) فَقَالُوْٓا اَبَشَرٌ يَّهْدُوْنَنَا (٨) وَ عَلٰی هٰذَا قَالَ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ (٩) تَنْبِيْهًا اَنَّ النَّاسَ يَتَسَاوُوْنَ فِی الْبَشَرِيَّةِ وَ اِنَّمَا يَتَفَاضَلُوْنَ بِمَا يَخْتَصُّوْنَ بِهٖ مِنَ الْمَعَارِفِ الْجَلِيْلَةِ وَالْاَعْمَالِ الْجَمِيْلَةِ وَ ذٰلِكَ

---

(١) (سورۂ مؤمنون۔ آیت ۴۷) (٢) (سورہ فرقان۔ آیت ۵۴) (٣) سورہ ص۔ ۷۱)
(۴) (سورہ مدثر۔ آیت ۲۵) (۵) (سورہ قمر۔ آیت ۲۴)
(٦) (سورہ یٰس۔ آیت ۱۵) (۷) (سورۂ مؤمنون۔ آیت ۴۷)
(۸) (سورہ تغابن۔ آیت ٦) (۹) (سورۂ کہف۔ آیت ۱۱۰)

قَالَ بَعْدَهٗ یُوْحٰی اِلَیَّ تَنْبِیْهًا اِنِّیْ بِذٰلِكَ تَمَیَّزْتُ عَنْكُمْ

(مفردات راغب زیر لفظ بَشَرٌ) بَشَرَۃٌ ظاہر چمڑے کو کہتے ہیں۔ اور انسان کو اس اعتبار سے بشر کہتے ہیں کہ اس کا چمڑا بالوں سے ننگا ہوتا ہے برخلاف دیگر حیوانات کے جن کے صوف اور بال اور پشم ہوتی ہے۔ اور لفظ بشر میں واحد اور جمع برابر ہوتے ہیں اور اس کا تثنیہ آ جاتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے (فرعونیوں کے قول سے) فرمایا ''کیا ایمان لائیں ہم واسطے دو بشروں کے'' اور قرآن میں انسان کا ہر عضو جس سے انسان کا جثہ اور اس کا ظاہر جسم مراد ہو سکتا ہے اسے لفظ بشر سے مخصوص کیا گیا ہے، جیسا کہ فرمایا ''وہ اللہ وہ ذات ہے جس نے پیدا کیا پانی سے بشر کو''۔ اور نیز فرمایا ''تحقیق میں پیدا کرنے والا ہوں گیلی مٹی سے بشر کو'' اور جب کفار نے انبیاء علیہم السلام کی طرف سے آنکھ بند کر لی تو اسی بات کو ملحوظ رکھا۔ چنانچہ انہوں نے کہا ''نہیں ہے یہ (قرآن) مگر قول بشر کا''۔ نیز اللہ تعالیٰ نے (ثمودیوں کا قول) نقل کیا۔ ''کیا ہم پیروی کریں اپنے میں سے ایک بشر کی جو ہماری مانند ہے''۔ نیز (اہل انطاکیہ کا قول) نقل کیا۔ ''نہیں ہو تم مگر بشر مثل ہماری''۔ نیز (فرعونیوں کا قول کہ) ''آیا ہم مان لیں دو بشروں کو جو ہماری مانند ہیں'' نیز (عام کفار کی نسبت) فرمایا ''پس کہا انہوں نے کیا ہم کو ہدایت کرتے ہیں بشر'' اور اسی بنا پر آنحضرت ﷺ نے (اپنی بابت) فرمایا'' سوائے اس کے نہیں کہ میں ایک بشر مانند تمہاری ہوں'' اس بات کو واضح کرنے کے لیے کہ تمام لوگ بشریت میں برابر ہیں۔ اور سوائے اس کے نہیں کہ وہ فضیلت رکھتے ہیں بڑے بڑے معارف میں اور اعمال صالحہ میں۔ اور اسی لئے اس کے بعد کہا یُوْحیٰ اِلَیَّ یعنی میری طرف (اللہ تعالیٰ کی) وحی آتی ہے۔ اس بات پر تنبیہ کرنے کے لیے کہ تحقیق میں اسی بات میں تم سے ممتاز ہوں۔

۴۔ اسرار اللغۃ: اسرار اللغۃ میں مذکورہ بالا محاورات و احادیث کے علاوہ اور احادیث و محارات بھی دیئے ہیں (۱) فَلْیَبْشُرْ (بہ ضمہ شین ہے) یہ بَشَرْتُ الْاَ دِیْمَ اَبْشُرُہٗ سے نکلا ہے۔ یعنی میں نے چمڑے کو چھیل ڈالا (۲) بَشَرُا دَمِیٍّ۔ آدمی کی کھال اوپر کی طرف ہے۔

(۳) اَنْقُوا الْبُشَرَۃَ۔ شرمگاہ (کے چمڑے) کو پاک صاف کرو۔

نتیجہ وخلاصہ مطلب:

ان سب حوالہ جات لغویہ وحدیثیہ سے روشن ہو گیا کہ لفظ بَشَر کے معنی ہیں ظاہر چمڑا اور اس کی مختلف صورتیں جو عربی زبان میں مستعمل ہیں ان سب میں یہ معنی ملحوظ ہیں۔ اور نوع انسانی کو اس لیے بشر کہتے ہیں کہ اس کا چمڑا ظاہر اور ننگا ہے۔ آنحضرت ﷺ گوشت پوست اور جمیع اعضائے بدن میں اسی طرح کے تھے اور اس حقیقت سے انکار نہیں ہو سکتا۔ اس لئے آپ کی بشریت سے انکار کرنا متواترات، مشاہدات اور لغت واحادیث کی تصریحات کا انکار ہے اور یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ جسمانی ڈھانچے میں انبیاء اور غیر انبیاء ایک جیسے ہوتے ہیں۔ ان کی امتیازی شان وفضیلت اللہ تعالیٰ کی وحی سے مشرف ہونے اور اس کے اثر سے دوسروں پر ان کے انوار قلبیہ' اعمالِ صالحہ اور اخلاق فاضلہ کے عکس کے پڑنے میں ہے نہ کہ بشری عوارض سے مبرّا ہونے میں جیسا کہ کفار کا زعم باطل تھا اور قرآن نے اس کی جابجا تردید کی ہے۔

کفار کا شبہ اور اس کا ازالہ:

سورہ بنی اسرائیل کی آیت اور سابقاً مفرداتِ راغب کی عبارت سے واضح ہو چکا ہے کہ عام کفار کو ہمیشہ یہ شبہ عارض رہا کہ بشر اللہ تعالیٰ کا رسول نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ گوشت پوست اور جسمانی صورت وشکل میں ہماری مثل ہے بیوی' بال بچوں کے تعلقات میں ہماری

مانند ہے، کھانے پینے، چلنے پھرتے، جاگنے اور دیگر عوارض بشریہ اور امور طبعیہ میں ہمارے برابر ہے۔ موت اور حوادث کا محل ہونے میں ہماری طرح ہے۔

اگرچہ ان باتوں کا جواب مختصراً انہی مقامات پر بیان کر دیا گیا۔ لیکن ناظرین کی تفہیم کے لیے ہم اسے کسی قدر تفصیل سے بھی بیان کرتے ہیں۔

ا۔ ساتویں پارہ میں فرمایا:

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖٓ اِذْقَالُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَیْءٍ ط قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ الَّذِیْ جَآءَ بِهٖ مُوْسٰى (سورہ انعام۔ آیت ۹۲)

''اور نہیں جانی انہوں نے قدر اللہ تعالیٰ کی حق اُس کی قدر کا جبکہ کہا انہوں نے نہیں اتاری اللہ نے اوپر کسی بشر کے کوئی شے کہہ کس نے اتاری وہ کتاب جو کہ آیا موسیٰ ساتھ اس کے''۔

تشریح: اس آیت میں کفار کا مذہب بھی مذکور ہے کہ وہ کہتے ہیں۔ ''کہ اللہ تعالیٰ نے کسی بشر پر بھی کچھ نازل نہیں کیا'' اللہ تعالیٰ نے ان کو مسلّمہ امور سے سوال کر کے سمجھایا کہ جو بزرگ و محترم کتاب (مراد ہے تورات) حضرت موسیٰ علیہ السلام لے کر آئے تھے وہ کس پر نازل کی تھی؟

قرآن شریف کا یہ جواب اس صورت میں درست ہوسکتا ہے کہ توریت اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتاب ہو اور موسیٰ علیہ السلام جن پر وہ نازل گئی جنس بشر سے ہوں۔ سو یہ معلوم و مسلّم ہے کہ توریت اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتاب ہے اور یہ بھی معلوم و مسلّم ہے کہ موسیٰ علیہ السلام جنس بشر تھے۔ فرعونیوں نے ان پر ایمان لانے سے اسی وجہ سے انکار کیا تھا کہ وہ ان کو اپنی طرح کے انسانی جامہ میں دیکھتے تھے۔ وہ ان کے خاندان کو جانتے تھے اور ان کے بھائی بندوں کو پہچانتے تھے۔ چنانچہ دوسرے مقام پر قرآن شریف میں مذکور ہے۔

فَقَالُوٓا اَنُؤمِنُ لِبَشَرَيۡنِ مِثۡلِنَا وَقَوۡمُهُمَا لَنَا عَابِدُوۡن (سورہ مومنون۔آیت ۴۷) ”پس کہا انہوں نے کہ کیا ہم لائیں ایمان اپنی طرح کے دو بشروں (موسیٰ اور ہارون) پر اور قوم ان کی ہماری غلام ہے“۔

یعنی وہ جنسیت (بشریت) میں ہمارے برابر ہیں حیثیت میں ہم سے کمتر ہیں۔کہ ہم شاہی قوم ہیں اور وہ ہمارے غلام و ماتحت ہیں پس ہم اپنے ہم جنسوں کو جو ہم سے کم رتبہ ہیں کس طرح اللہ تعالیٰ کے رسول مان لیں؟

غرض موسیٰ علیہ السلام جنس بشر سے تھے،عمران ان کے باپ تھے۔یوحا ان کی والدہ تھیں۔ہارون نبی اللہ علیہ السلام ان کے بڑے بھائی تھے۔مریم ان کی بڑی بہن تھی۔ان کی والدہ ان کی بہن اور ان کے بھائی کے بعض واقعات و حالات قرآن مجید میں مذکور ہیں۔پس منکرین نبوت محمد ﷺ کو قرآن شریف کا جواب موسی علیہ السلام پر توریت کے نزول من اللہ ہونے کی صورت میں بالکل درست ہے۔

اس جواب کا منطقی پہلو: منطقی طریق پر اس جواب کا بیان یوں ہے کہ کفار کا قول۔ مَا اَنۡزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنۡ شَىۡءٍ سالبہ کلیہ کی صورت ہے۔اور اللہ تعالیٰ کا الزامی جواب مَنۡ اَنۡزَلَ الۡكِتٰبَ الَّذِىۡ جَآءَ بِهٖ مُوۡسٰى موجبہ جزئیہ ہے جو اس کی نقیض ہے۔ جب یہ موجبہ جزئیہ صادق ہوا تو اس کی نقیض سالبہ کلیہ بالضرور کاذب ہوئی پس کفار کا قول باطل ہے۔

(۲) حضرت ہود علیہ السلام کی قوم نے آپس میں حضرت ہود علیہ السلام کی بابت کہا تھا۔ مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثۡلُكُمۡ يَاۡكُلُ مِمَّا تَاۡكُلُوۡنَ مِنۡهُ وَيَشۡرَبُ مِمَّا تَشۡرَبُوۡنَ ۝ وَلَئِنۡ اَطَعۡتُمۡ بَشَرًا مِّثۡلَكُمۡ اِنَّكُمۡ اِذًا لَّخٰسِرُوۡنَ ۝ (سورہ مومنون۔آیت نمبر ۳۳۔۳۴)

”نہیں ہے یہ شخص مگر بشر مثل تمہاری، کھاتا ہے جس میں سے تم کھاتے ہو، اور پیتا

ہے جس میں سے تم پیتے ہو۔ اور اگر اطاعت کی تم نے ایک اپنے جیسے بشر کی تو تم اس وقت ہو جاؤ گے گھاٹا پانے والے''۔

(۳)۔ اسی طرح کفارِ مکہ نے آنحضرت ﷺ کی نسبت کہا۔ وَقَالُوْا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ ط (سورہ فرقان۔ آیت نمبر ۷)

''اور کہا انہوں نے' کیا ہے اس رسول ﷺ کو کہ کھاتا ہے کھانا اور چلتا ہے بازاروں میں''۔ اور قرآن شریف کی نسبت کہا۔

اِنْ هٰذَآ اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ ط (سورہ مدثر آیت ۲۵)

''نہیں ہے یہ (قرآن) مگر کلام بشر کا''۔

تشریح: کفار کے ان اقوال کی یہ وجہ تھی کہ انہوں نے انبیا اللہ علیہم السلام کو گوشت پوست، صورت، شکل، اعضاء، امور طبعیہ وعوارضِ بشریہ میں اپنی مثل دیکھا تو ان پر ایمان لانے اور ان کی اطاعت سے انکار کر دیا۔ اور یہ نہ سمجھے کہ نبی کی اطاعت کا موجب یہ امور نہیں ہیں۔ بلکہ یہ ہے کہ وہ خطابِ ربانی کا محل ہے اور رسول کی اطاعت حقیقت میں اس کے بھیجنے والے اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے۔ جیسا کہ فرمایا:

وَمَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهِ (سورہ النساء۔ آیت ۸۰)

یعنی جو اس پیغمبر کی اطاعت کرے گا پس اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی''۔

(۴) چوبیسویں پارے میں فرمایا:

وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا فِيْۤ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَاۤ اِلَيْهِ وَفِيْۤ اٰذَانِنَا وَقْرٌ وَّمِنْ بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ حِجَابٌ فَاعْمَلْ اِنَّنَا عَامِلُوْنَ ○ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰۤى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَاسْتَقِيْمُوْۤا اِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوْهُ ط وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ ○ (سورہ حم سجدہ۔ آیت ۶،۵)

''اور کہا انہوں نے کہ ہمارے دل پردوں میں ہیں اس سے جس کی طرف تو ہم کو بلاتا ہے۔ اور ہمارے کانوں میں بوجھ ہے اور ہمارے اور تیرے درمیان ایک حجاب ہے۔ پس تو بھی عمل کر اور ہم بھی عمل کرنے والے ہیں۔ کہہ تو (اے نبی) بات صرف یہی ہے کہ میں تمہاری مانند ایک بشر ہوں۔ وحی کی جاتی ہے میری طرف کہ سوائے اس کے نہیں کہ معبود تمہارا ایک ہی معبود ہے پس تم سیدھے ہو کر اسی کیطرف منہ کرلو۔ اور اس سے بخشش مانگو۔ اور ویل (ہلاکت) ہے (اللہ تعالیٰ کے) شریک گرداننے والوں کے لیے''۔

تشریح: اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کے مقابلے میں کفار کے مختلف اقوال ذکر کیے اور ہر ایک کا الگ الگ جواب دیا ہے۔ سب سے پہلے یہ فرمایا اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۔ یعنی اے پیغمبر! ان سے کہو کہ میں تمہاری طرح کا ایک بشر ہوں''۔ اسے کفار کے قول وَمِن بَيْنِنَا وَ بَيْنِكَ حِجَابٌ سے مناسبت ہے۔ یعنی سمجھایا کہ تم جو کہتے ہو کہ ہمارے اور تمہارے درمیان ایک بڑا حجاب (پردہ) ہے تو جب میں تمہارا ہم جنس ہوں تو ہم جنسوں میں (پردہ) حجاب کیا؟ اور میری دعوتِ توحید پر جو تم کہتے ہو قُلُوْبُنَا فِيْ اَكِنَّةٍ۔ یعنی یہ کہ ہمارے دل ان کو قبول نہیں کر سکتے۔'' سو سن لو کہ میرا مذہب اور میری دعوت وہی ہے جو میری طرف اللہ تعالیٰ کی جانب سے وحی ہوتی ہے اور وہ بالکل صاف اور سیدھی بات ہے کہ معبود کئی ایک نہیں ہیں بلکہ صرف وہی ایک ذات برحق ہے۔

کہ ہے ذاتِ واحد عبادت کے لائق
زبان اور دل کی شہادت کے لائق

اور تم بے رخ ہو کر جو یہ کہتے ہو فَاعْمَلْ اِنَّنَا عَامِلُوْنَ یعنی تم اپنے مذہب پر عمل کیے جاؤ ہم اپنے مذہب پر چلیں گے۔ سو یہ درست نہیں۔ بلکہ تم سیدھی اور صاف بات توحید کو قبول کر کے سیدھے منہ اللہ تعالیٰ کی طرف رخ کرلو فَاسْتَقِيْمُوْا اِلَيْهِ ۔ پس ان کی ہر ایک

بات کانہایت مختصراًاور سنجیدہ اور معقول جواب دیا۔ اوراپنی امتیازی حیثیت یہ بتائی کہ مجھ پر اللہ تعالیٰ کی وحی آتی ہے۔

مجھے حق نے دی ہے بس اتنی بزرگی
کہ ہوں بندہ اس کا اور ایلچی[1] بھی

یعنی بشریت میں ہم سب برابر ہیں۔تم نرے بشر ہو۔ اور عام انسان ہو اور رسول نہیں۔ لیکن میں بشر اور رسول دونوں امور کا جامع ہوں، تم کہتے ہو کہ ہم اپنے جیسے بشر کی اطاعت نہیں کر سکتے میں کہتا ہوں کہ میں بشریت کی وجہ سے اطاعت نہیں کراتا بلکہ اللہ تعالیٰ کا رسول ہونے کی وجہ سے واجب الاطاعت ہوں، وَاسْتَغْفِرُوْهُ اور توحید کو قبول کر کے گزشتہ گناہوں کی رب سے بخشش مانگو اور ضد و عناد چھوڑ دو۔ اور اگر تم شرک پر مُصر رہو گے تو یاد رکھو۔ وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ ۔ یعنی ویل ہے واسطے مشرکوں کے جو ہوش و حواس کے ہوتے ہوئے شرک سے توبہ نہ کریں اور ان کا خاتمہ شرک پر ہو جائے تو اس کی بخشش ہرگز نہ ہوگی۔

(۵) وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ عَلِيٌّ حَكِيْمٌ ۝ (سورہ شوریٰ آیت نمبر ۵۱) ’’اور کسی آدمی کے لیے ممکن نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس سے بات کرے مگر الہام (کے ذریعے سے) یا پردے کے پیچھے سے یا کوئی فرشتہ بھیج دے تو وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے جو اللہ تعالیٰ چاہے القا کرے۔ بے شک وہ عالی رتبہ اور حکمت والا ہے‘‘۔

تشریح: اس آیت میں کسی انسان کے ہم کلام ہونے کے تین طریقے بتائے گئے ہیں۔ اول

---

[1] پیام پہنچانے والے یعنی پیغمبر۔ اور بزرگی ایک انسان کے لئے بے حد اونچی ہے جس سے اونچی ممکن نہیں۔ ایلچی سے مراد ڈاکیہ اور عام قاصد لینا بالکل ناموزوں ہے (فاروقی)

(الہام قلبی) یعنی دل میں کوئی امر القا کر دینا۔

چنانچہ ''صراح میں وحی کے معنے لکھے ہیں ''در دِل افگندن''

دوم: غیب سے پس پردہ آواز کا سنائی دینا جسے اللہ تعالیٰ کا نبی بوجہ مناسبت قلبی و موانسبت معارف الٰہیہ پہچان لیتا ہے کہ یہ آواز اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ جس طرح ہم میں سے کوئی روز مرہ کے جانے پہچانے شخص کی آواز کو دیوار کے پیچھے سے پہچان لیتا ہے کہ یہ فلاں شخص کی آواز ہے۔ اور وہ غیبی آواز صرف وہ نبی ہی سن سکتا ہے۔ دوسرے اشخاص جو اگرچہ اس کے پاس ہوں نہیں سن سکتے۔ جس طرح کہ ٹیلیفون سے آتی ہوئی آواز وہی شخص سن سکتا ہے جس کے کان سے ٹیلیفون کا ریسیور لگا ہو اور دوسرا شخص نہیں سن سکتا۔ اگرچہ وہ پاس ہی کھڑا ہوتا ہے۔ (۱)

سوم: فرشتہ کی معرفت پیغام پہنچنا جس طرح کہ جبرئیلؑ آنحضرت ﷺ کے پاس قرآن شریف کی وحی لے کر آتے رہے۔

ان ہر سہ طریقوں کو بشر سے مخصوص کیا ہے اور یہی تین طریقے ہیں جن میں اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام سے کلام کرتا ہے۔

نتیجہ: اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرات انبیائے کرام علیہم السلام اللہ کے نزدیک بشر ہیں اور کسی چیز کی حقیقت جو کچھ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہے وہی واقعی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا علم حقیقی ہے سطحی نہیں۔

---

(۱) یہ مثال صرف سمجھانے کے لئے ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ وحی کی کچھ بھی گنگناہٹ اور بھنبھناہٹ غیر نبی نہیں سن سکتا ٹیلیفون کی گنگناہٹ بسا اوقات ساتھی سن لیتا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ اسے سمجھ نہیں سکتا بہر حال وحی بہت مخفی ہوتی ہے۔ (فاروقی)

آنحضرت ﷺ کے حُلیہ مُبارک سے استدلال:

سابقاً گذر چکا ہے کہ آنحضرت ﷺ اپنا حلیہ ابراہیم علیہ السلام کے حلیہ پر بتاتے ہیں۔ یہ تو اوپر کی طرف سے آبائی مشابہت ہے۔ اب نیچے کی طرف سے یعنی اولاد کی طرف سے مشابہت بھی ملاحظہ فرمالیجیے۔

حدیثوں سے ثابت ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کی لخت جگر اور ان کے دونوں فرزند حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم آنحضرت ﷺ کے حلیہ پر تھے۔

(۱) حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا تو صورت سیرت' رفتار' گفتار' غرض سب امور میں حضور ﷺ کے مشابہ تھیں۔ گویا بیٹی اپنے باپ کی یادگار تھیں۔ یا یوں سمجھئے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دیکھنے سے آنحضرت ﷺ یاد آجاتے تھے۔

نتیجہ: حضرت، فاطمہ اور حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم سب بنی آدم انسان اور بشر تھے۔ جب اولاد بشر ہے تو باپ ابن آدم انسان اور بشر کیوں نہیں؟ حیرانی ہے کہ ایک شخص کے آباؤ اجداد بھی بشر و انسان ہوں۔ اور اس کی اولاد و احفاد بھی بشر و انسان ہو۔ اور وہ خود انسان و بشر نہ ہو؟

آنحضرت ﷺ کے نسب نامہ سے استدلال:

اللہ تعالیٰ نے اٹھارہویں پارہ میں فرمایا۔ **اَمْ لَمْ يَعْرِفُوْا رَسُوْلَهُمْ فَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ** ۔ (سورہ مومنون۔ آیت ۶۹) ''کیا نہیں پہچانا انہوں نے اپنے رسول کو پس وہ اس کا انکار کرتے ہیں۔ یا اس سے انجان بنتے ہیں۔''

اس آیت کی تفسیر میں ''معالم التنزیل'' میں حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے نقل

---

(۱) بخاری' کتاب المناقب: باب علامات النبوۃ فی الاسلام' ح ۳۶۲۳' وکتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ' ح ۳۷۴۸' ۳۷۵۰' ترمذی' کتاب المناقب: باب ماجاء فی فضل فاطمۃ رضی اللہ عنہا' ح ۳۸۷۲

ہے قَالَ ابنُ عَبَّاسٍ اَلَیْسَ قَدْعَرَفُوْا مُحَمَّدًا صَغِیْرًا وَّ کَبِیْراً وَّ عَرَفُوْ انَسبَه وَصِدْ قَه وَاَمَانَتَهُ ۔ ''کیانہیں پہچانا انہوں نے محمد ﷺ کو بچپن میں بھی ۔اور بڑی عمر میں بھی ؟ اور پہچانا انہوں نے آپ ﷺ کے نسب کو بھی ۔اور آپ کے صدق کو بھی اور آپ ﷺ کی امانتداری کو بھی ۔''

حبرِ امت مفسر قرآن حضرتِ ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کے اس قول سے واضح ہے کہ آنحضرت ﷺ کے علّو نسب کو اللہ تعالےٰ نے آپ کی نبوت کی معرفت کے اسباب میں ملحوظ رکھا ہے ۔اور ہجرت حبشہ کے وقت شاہ نجاشی کے سامنے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے بھی اسے پیش کیا ۔(۱)

اور ابو سفیان نے بھی ہرقل شاہِ روم کے سامنے اس کا اقرار کیا (۲) اور خود آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں ۔

اِنَّ اللهَ اصْطَفٰی کَنَانَةَ مِنْ وُلْدِ اِسْمَاعِیْلَ وَاصْطَفٰی قُرَیْشًا مِّنْ کَنَانَةَ وَاصْطَفٰی مِنْ قُرَیْشٍ بَنِیْ هَاشِمُ فَاصْطَفَانِیْ مِنْ بَنِیْ هَاشِمِ ۔(۳) ''تحقیق اللہ تعالےٰ نے برگزیدہ کیا کنانہ کو اولاد اسمٰعیل علیہ السلام سے ۔اور برگزیدہ کیا قریش کو کنانہ سے اور برگزیدہ کیا قریش سے بنی ہاشم کو ۔اور برگزیدہ کیا مجھ کو بنی ہاشم سے ۔''

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ کئی ایک آباء واجداد کے واسطے سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے ہیں ۔اور حضرت اسماعیل علیہ السلام بشر انسان تھے چونکہ آباؤ اجداد اور احفاد کی حقیقت اور ذات ایک ہوتی ہے ۔اس لئے آنحضرت ﷺ کے نسب

---

(۱) مسند احمد (۱/ ۲۰۱ـ۲۰۲)

(۲) بخاری' کتاب بدء الوحی : باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ ﷺ ' ح ۷' مسلم' کتاب الجہاد : باب کتب النبی ﷺ الی ہرقل' ح ۱۷۷۳

(۳) مسلم' کتاب الفضائل : باب فضل نسب النبی ﷺ ' ح ۲۲۷۶

کی معرفت بھی ضروری ہے۔ اسی لئے ہمارے پہلے بزرگ کہا کرتے تھے۔ کہ آنحضرت ﷺ کی چار پشتیں یاد کرنی ضروری ہیں۔ جو اس طرح ہیں۔

محمد ﷺ بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ھاشم بن عبدمناف۔ کتب احادیث (۱) وغیرہ اور کتب سیر (ابن جریر طبری وغیرہ) میں آنحضرت ﷺ کا نسب نامہ برابر مذکور ہے۔ اور اس میں کسی فرد مخالف یا موافق کو تردد و شک نہیں ہے۔ کہ آپ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نسل سے ہیں اور اس میں بھی شک نہیں کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بڑے بیٹے ہیں۔ اور اس میں بھی شک نہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد ہیں۔ اور اس میں بھی شک نہیں کہ حضرت نوح علیہ السلام حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں۔ پس آنحضرت ﷺ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں۔ آدم علیہ السلام کا نام اللہ تعالیٰ نے بشر فرمایا۔ اس لئے آپ کی اولاد بھی بشر ہے۔

ایک اور طریق سے استدلال:

یہ یقینی بات ہے کہ آپ ﷺ طاہرۃ الذیل حضرت آمنہ کے بطن پاک اور جوان عفیف عبداللہ بن عبدالمطلب کی بابرکت پشت سے پیدا ہوئے۔ اور یہ بھی یقینی امر ہے کہ جو پیدا ہوا وہ کبھی ضرور فوت بھی ہوگا۔ اس بناء پر کفارِ مکہ آنحضرت ﷺ کی موت کے منتظر تھے اور اپنے خیال ہی سے خوش ہوتے اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں فرمایا۔

وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ اَفَاِنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخَالِدُوْنَ ۔ (سورہ انبیاء۔ آیت ۳۴) ''(اے پیغمبر) اور نہیں کیا ہم نے واسطے کسی بشر کے تجھ سے پہلے ہمیشہ جینا۔ پس (اے پیغمبر) اگر تو فوت ہو جائے گا تو کیا یہ لوگ ہمیشہ جیتے رہیں گے؟ (یعنی یہ بھی ہمیشہ نہیں جیئیں گے۔ پس ان کی خیالی خوشی بے فائدہ ہے)۔

۱؎ بخاری کتاب مناقب الانصار: باب مبعث النبی ﷺ فی ترجمۃ الباب

اس آیت سے ہم آنحضرت ﷺ کی بشریت پر اس طرح استدلال کرتے ہیں۔ کہ اگر آنحضرت ﷺ جنس بشر سے نہ ہوں تو (معاذ اللہ) قرآن شریف کا یہ جواب درست نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ بموجب تصریح تفسیر جامع البیان وتفسیر السراج المنیر کے کفار آنحضرت ﷺ کی موت کے منتظر تھے۔ اللہ تعالیٰ نے جواب دیا۔ کہ ہمیشہ کی زندگی کسی بشر کو نہیں ہوگی۔ پس قرآن شریف کے جواب کی درستی کی بنا پر لازماً ماننا پڑے گا۔ کہ آنحضرت ﷺ جنس بشر سے ہیں۔

(۲) اسی طرح حدیث میں ہے کہ آپ جب حجۃ الوداع سے واپس لوٹے تو رستے میں غدیر خم کے موقع پر آپ نے لوگوں کو خطبہ سنایا جس میں حسبِ عادت اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کہی اور وعظ وتذکیر کی۔ پھر فرمایا۔

اَمَّا بَعْدُ اَلَا اَیُّھَا النَّاسُ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ یُوْشِکُ اَنْ یَّاتِیَنِیْ رَسُوْلُ رَبِّیْ فَاُجِیْبُ الْحَدِیْثَ۔(۱)

''اے لوگو! سن رکھو۔ میں ایک بشر ہوں قریب ہے کہ مجھے رب کا فرشتہ (ملک الموت) آلے۔ پس میں اسکو قبول کرلوں۔''

اس حدیث میں آپ اپنی موت کے قریب ہونے کی خبر دیتے ہیں اور موت کی بناء اس بات پر رکھتے ہیں کہ میں ایک بشر ہوں۔

تغیّر حالات کی پیش گوئی:

مخبر صادق رسول اللہ ﷺ نے زمانہ کے مختلف تغیرات کی خبر دی ہے۔ سیاسیات میں، صدق وامانت میں، معاشرت میں، عادات واخلاق میں، چال چلن میں، عفت وحیا میں،

(۱) مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ: باب من فضائل علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ح ۲۴۰۸

صداقت ووفا میں، عدل وانصاف میں حتی کہ عقائد وعبادات میں بھی اور یہود ونصاریٰ کی روش کی پیروی کرنا (۱) مسلمانوں میں سے بعض کا مشرکین میں سے مل جانا اور ایک جماعت کا بت پرستی بھی کرنے لگ جانا۔ (۲) یہ سب تغیرات احادیث میں بالتصریح مزکور ہیں۔

عقیدہ وعبادات کے تغیرات میں یہ بھی ہو کر رہا۔ کہ فرط محبت وتعظیم کی وجہ سے جس قسم کا اعتقاد ہندوؤں نے کرشن جی کے اور عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق تراشا اسی قسم کا اعتقاد اب اس امت مرحومہ میں آنحضرت ﷺ کے متعلق پیدا کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ اور جو روش ان کے غلط رو علما اور نفس پرست مشائخ وفقراء نے عوام کی ذہنیت کے بگاڑنے اور غلط طریق استدلال سے ان کو مشرکانہ الجھنوں میں پھنسائے رکھنے میں اختیار کی تھی۔ اور اس کا نام کرشن جی کی اور حضرت مسیح علیہ السلام کی تعظیم ومحبت رکھا تھا۔ اس طرح اس زمانہ کے غلط رو علما اور نفس پرور مشائخ اور پیروں نے بھی ہندوؤں اور عیسائیوں کی روش پر جناب رسول اللہ ﷺ کی محبت وتعظیم کے نام پر حنفی سنی اور مجددی کہلاتے ہوئے غلط طریق استدلال اور عامیانہ اوہام سے عوام کی ذہنیت کو بگاڑ دیا ہے۔

اسی طرح اس سے پہلے شیعہ صاحبان حب اہل بیت حب علی، حب حسین رضی اللہ عنہما کے نام سے امت مرحومہ کے ایک بہت بڑے حصے کو غلط راستے پر ڈال دینے میں کامیاب ہو چکے ہیں۔

ان نام نہاد سنیوں کے نزدیک یہی غلو اگر ہندو کرشن جی کے متعلق کریں تو وہ کافر ومشرک سمجھے جاتے ہیں۔ اور اگر عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق کریں۔ تو وہ بھی کافر ومشرک۔ اور اگر شیعہ لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہم یا دیگر اہل بیت کے متعلق کریں۔ تو غالی

---

(۱) بخاری، کتاب الاعتصام: باب قول النبی ﷺ ''لتتبعن سنن من کان قبلکم'' ح ۷۳۲۰، مسلم، کتاب العلم: باب اتباع سنن الیہود والنصاریٰ، ح ۲۶۶۹

(۲) ابوداؤد، کتاب الفتن: باب ذکر الفتن ودلائلها، ح ۴۲۵۲، ابن ماجہ، کتاب الفتن: باب ما یکون من الفتن، ح ۳۹۵۲

وملحد کہلائیں لیکن اگر وہ خود یہی اعتقاد حضرت رسول اللہ ﷺ کی نسبت یا جناب سید عبد القادر جیلانیؒ کی نسبت یا جناب حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی نسبت رکھیں۔ تو یہ مسلمان کے مسلمان؟ اور سُنی؟ مولانا حالی مرحوم نے اسی قسم کے مسلمانوں اور سنیوں کی نسبت کیا خوب کہا ہے۔

کرے غیر گر بُت کی پوجا تو کافر — جو ٹھہرائے بیٹا خُدا کا تو کافر
جُھکے آگ پر بہر سجدہ تو کافر — کواکب میں مانے کرشمہ تو کافر
مگر مومنوں پر کشادہ ہیں راہیں — پرستش کریں شوق سے جس کی چاہیں
نبی ﷺ کو جو چاہیں اللہ کر دکھائیں — اماموں کا رُتبہ نبی ﷺ سے بڑھائیں
مزاروں پہ دن رات نذریں چڑھائیں — شہیدوں سے جا جا کے مانگیں دعائیں
نہ توحید میں کچھ خلل اس سے آئے — نہ اسلام بگڑے نہ ایمان جائے
وُہ دیں جس سے توحید پھیلی جہاں میں — ہوا جلوہ گر حق زمین وزماں میں
رہا شرک باقی نہ وہم وگماں میں — وہ بدلا گیا آ کے ہندوستان میں
ہمیشہ سے اسلام تھا جس پہ نازاں — وہ دولت بھی کھو بیٹھے آخر مسلمان

پولوس نے دینِ عیسوی کو کس طرح بدلا؟

پولوس جس کا پہلا نام شاؤل تھا ایک ذی اقتدار یہودی تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موجودگی میں وہ دینِ عیسوی کا سخت دشمن رہا۔ عیسائیوں کو ستانا' دکھ پہنچانا' قید و بند میں ڈالنا' مارنا پیٹنا اور قتل کرنا اس کے دل پسند اور مرغوب کام تھے۔ لیکن جب باوجود اس کے تحریک عیسویت پر اس کا کچھ بھی اثر نہ پڑا تو اس نے پہلو بدلا۔ اور اپنے آپ کو اس طریق پر عیسائی ظاہر کیا۔

''جب میں سفر کرتا کرتا دمشق کے نزدیک پہنچا تو ایسا ہوا کہ دوپہر کے قریب یکا یک ایک بڑا نور آسمان سے میرے گرد آ چمکا۔ الخ (اعمال۔ ۲۲'۶) مسیحی نوشتوں میں اس بات

کا کچھ بھی ثبوت نہیں کہ اس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کسی شاگرد کی صحبت کی ہو۔ اور اس دین عیسوی کا علم حاصل کیا ہو۔ حسب ضرورت وہ اپنا ایمان' اپنا طریق وعمل' بلکہ اپنی ذات بھی بدل لیتا تھا۔ اور کام نکال لیتا تھا۔ وہ خود کہتا ہے۔

''میں یہود کے لئے یہودی بنا تا کہ یہودیوں کو کھینچ لاؤں ۔ جو لوگ شریعت کے ماتحت ہیں۔ ان کیلئے میں شریعت کے ماتحت بنا۔ تا کہ شریعت کے ماتحتوں کو کھینچ لاؤں۔ اگر چہ خود شریعت کے ماتحت نہ تھا۔ بے شرع لوگوں کے لئے بے شرع بنا تا کہ بے شرع لوگوں کو کھینچ لاؤں''۔ (پولوس کا پہلا خط کرنتھیوں کے نام باب ۹ ۲۰)۔

وہ ضرورت کے وقت کبھی فریسی (۱) کبھی عبری (۲) اور کبھی رومی (۳) بھی بن جاتا ہے۔ اور اپنی جان واقع شدہ مصیبت سے بچا لیتا ہے۔ کبھی ختنہ کو جو آل ابراہیم میں دائمی سنت اور اللہ تعالیٰ کا عہد ہے۔ ہیچ وناچیز بنا دیتا ہے اور کبھی ضرورت کے وقت کسی دوسری غیر مختون قوم کے نومرید کا ختنہ بھی کرا دیتا اور مطلب نکال لیتا ہے۔

یہ تو پولوس کی عام روش کا حال ہے۔ اب دیکھئے کہ اس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو انسان سے پیدا شدہ مان کر بھی اللہ کا بیٹا بنا دیا۔ وہ رومیوں کو لکھتا ہے:

(۱) ''پولوس کی طرف سے جو یسوع مسیح کا بندہ ہے اور رسول ہونے کیلئے بلایا گیا اور اللہ تعالیٰ کی اس خوشخبری کیلئے مخصوص کیا گیا ہے''۔

(۲) جس کا اس نے پیشتر سے اپنے نبیوں کی معرفت کتاب مقدس میں۔

(۳) اپنے بیٹے ہمارے خداوند یسوع مسیح کی نسبت وعدہ کیا گیا تھا۔ جو جسم کے اعتبار سے تو داؤد کی نسل سے پیدا ہوا۔

---

(۱) اعمال ۲۳۔۶۔۱۲امنہ (۲) اعمال ۲۱۔۴'۲۱امنہ (۳) اعمال ۲۶'۲۸امنہ

(۴) لیکن پاکیزگی کی روح کے اعتبار سے مردوں میں جی اٹھنے کے سبب قدرت کے ساتھ اللہ کا بیٹا ٹھیرا۔''

تھوڑی سی عقل کے ساتھ بھی آدمی سمجھ سکتا ہے کہ باپ بیٹے کا رشتہ پیدائشی ہوتا ہے۔ اور وہ جسمانی ہے۔ پس جب ایک شخص کو ابن داؤد تسلیم کر لیا اور وہ ماں کی طرف سے ہے بھی ابن داؤد۔ تو پھر وہ ابن اللہ کیسے ہو گیا؟ یہ علم منطق کی کونسی شکل ہے؟

لوقا اس سے بھی عجیب تر لکھتا ہے۔ وہ یوسف نجار اسرائیلی سے لیکر آدم علیہ السلام تک حضرت مسیح علیہ السلام کا نسب نامہ لکھ کر اخیر پر لکھتا ہے۔

''اور وہ شیث کا اور وہ آدم کا اور وہ اللہ کا تھا۔''

اگر حضرت عیسٰی کے ابن اللہ ہونے کی بناء اس بات پر ہے کہ ان کا جد امجد آدم علیہ السلام اللہ تعالٰی کا بیٹا ہے تو ساری اولاد آدم اللہ تعالٰی کے بیٹے بیٹیاں ہوں گی۔ حضرت مسیح علیہ السلام کی کیا خصوصیت رہی اور اگر کوئی اور وجہ خصوصیت کی ہے تو حضرت مسیح علیہ السلام کے نسب نامہ میں حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا کہنے کی کیا ضرورت؟ اور کیا فائدہ؟

یہ لوقا وہی ہیں۔ جنہوں نے اپنی کتاب ''اعمال'' میں پولوس کی شخصیت کو اہمیت دی۔ اور اپنی تصنیف میں اس کا پروپیگنڈا کیا۔ ورنہ حضرت عیسٰی کے حواری تو اس کے عیسائی ہونے کی گواہی نہیں دیتے۔

غرض پولوس نے حضرت عیسٰی علیہ السلام کی تعلیم کے خلاف آپ کی محبت و تعظیم کا فریب دے کر دین عیسوی کو بگاڑا۔ اسی طرح آجکل کے بدعتی رہنما جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و تعظیم کے فریب سے کلمہ شہادت کے برخلاف امت مرحومہ کے سادہ لوگوں کی ذہنیت کو بگاڑ رہے ہیں۔ اناللہ!۔

راہِ انصاف:

اور راہِ انصاف یہ ہے۔ کہ جس طرح جسمانیات میں ہر شے کی مقدار اور حد مقرر ہے

اور شکل وصورت بھی ہوتی ہے' اسی طرح معتقدات وذہنیات کی بھی حد اور صورتِ واقعی ہوتی ہے۔ سب پیغمبروں کی خصوصاً سید المرسلین ﷺ کی محبت واجبات سے ہے۔ کسی مومن کا دل اس سے خالی نہیں ہوسکتا۔ لیکن قاعدہ مذکورہ بالا کے مطابق اس کی حد اور صورت کو ملحوظ رکھنا بھی ضروری ہے۔ ایسا نہ ہو کہ عیسائیوں کی طرح غلو میں پڑ کر آنحضرت ﷺ کو مرتبہ الوہیت پر پہنچا دیں۔(۱) مرتبہ الوہیت ذاتِ حق سے مخصوص ہے۔ الوہیت کے بعد عزت وتعظیم اور محبت وتکریم میں نبوت کا درجہ ہے۔ دیگر سب مناصب اس سے فروتر ہیں۔ جب کسی بزرگ ہستی کو نبی اور رسول اور اللہ تعالیٰ کا پیغمبر مان لیا تو صفات وحقوقِ الٰہیہ کے بعد سب عزت وحرمت اس میں لازماً مانی گئی۔

اسی طرح ولایت اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑی بزرگی کی چیز ہے۔ لیکن نبوت سے فروتر ہے۔ جملہ اولیاؑ اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں علیہم السلام کے تابعدار ہوتے ہیں۔ اور وہ ان کے احکام وسنن سے ذرّہ بھر بھی سرتابی نہیں کرسکتے۔

پس محبت وتعظیم کی حقیقی اور واقعی صورت یہ ہے کہ اولیاء اللہ کو مقام نبوت تک نہ لے جائیں اور انبیاء کو الوہیّت تک نہ پہنچائیں۔ تاکہ اسلام میں ہندویت اور نصرانیت داخل نہ ہوجائے۔ اسی معنی میں کہا گیا ہے۔ ع

"گر حفظ مراتب نہ کنی زندیقی"

یعنی تو مراتب کی حدود کی حفاظت نہیں کرتا تو تُو زندیق وبے دین ہے۔

---

(۱) جبکہ خود نبی کریم ﷺ نے عیسائیوں کی طرح غلو کرنے سے منع فرمایا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا "لَا تُطْرُوْنِیْ کَمَا اَطْرَتِ النَّصَارٰی ابْنَ مَرْیَمَ فَاِنَّمَا اَنَا عَبْدُہٗ فَقُوْلُوْا عَبْدُاللّٰہِ وَرَسُوْلُہٗ"۔ (بخاری' کتاب احادیث الانبیاء: باب قول اللہ تعالیٰ واذکر فی الکتاب مریم...)' ح ۳۴۴۵) "تم میرے متعلق مبالغہ آرائی نہ کرو جس طرح عیسائیوں نے عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کے متعلق مبالغہ کیا۔ بس! میں تو اس کا بندہ ہوں تم (مجھے صرف) اللہ کا بندہ اور اس کا رسول کہو"۔ لیکن افسوس ہم نے نبی کریم ﷺ کی اس نصیحت کو بھلا ڈالا ہے اور عیسائیوں سے بھی بازی لے گئے ہیں۔ العیاذ باللہ! (کاشف)

ہمدردانہ نصیحت:

پس اے مسلمان! جب تُو نے کلمہ شہادت اَشْھَدُ اَنَّ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللهُ میں سب کی نفی کر کے مقام اُلوہیّت کو ذاتِ حق سے خاص کر دیا۔ اور اُس کے بعد اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ کہہ کر آنحضرت ﷺ کے لئے مرتبہ رسالت کو ثابت کیا۔ اور ہندوؤں اور نصرانیوں والی غلطیوں سے بچنے کے لئے آپ ﷺ کو عَبْدُہٗ بھی کہا۔ تو اب اگر کوئی مولوی یا پیر (چاہے وہ تیری نظر میں کتنا بھی معظم ومکرم ہو) اس کلمہ شہادت کے مفہوم کے خلاف کوئی ایسا عقیدہ سکھائے جو آنحضرت ﷺ کے مقام عبودیت کے خلاف ہو اور رسالت سے اوپر کے درجے کی تعظیم بتائے جو ذاتَ حق سے مخصوص ہے۔ تو تُو سمجھ لے کہ وہ مولوی اور وہ پیر تجھ کو اس کلمہ توحید سے ہٹا رہا ہے جب تک تُجھ میں یہ احساس باقی ہے تیرا ایمان سلامت ہے۔ اور جب تُو نے اس کلمہ شہادت کے مفہوم کے برخلاف کوئی آواز برداشت کر لی۔ اور اُسے اپنے دل میں جگہ دے دی اور محبت و تعظیم کے اصل مقام سے اِدھر یا اُدھر سرک گیا۔ تو تُو اُس ایمان پر قائم نہیں سمجھا جائیگا۔ جو آنحضرت ﷺ نے کلمہ شہادت سے تیرے دل میں جاگزیں کرنا اور تیری زبان سے اس کا اقرار کرانا چاہا تھا۔

کلمہ شہادت کے مفہوم کے خلاف تُجھ کو جس قدر بھی دلائل سنائے جائیں تو ان کو ''پولوسی فریب کاری'' سمجھ۔ اور جو اولادِ آدم علیہ السلام سے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے اور عفیف عبداللہ کی پشت اور طاہرۃ الذیل (پاک دامن) بی بی آمنہ کے بطن مبارک سے پیدا ہو کر اللہ تعالیٰ کی نبوت سے مشرف ہوا۔ اور دنیا جہان کے لئے موجب ہدایت و باعثِ رحمت ہوا۔ اُس کے اپنے دعویٰ کے خلاف کسی کی نہ سُن اللہ تعالیٰ نے عام طور پر سب زمین والوں اور سب آسمان والوں کے لئے فرمایا۔

اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ اِلَّآ اٰتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا (سورہ

مریم۔آیت ۹۳) ''نہیں کوئی آسمان اور زمین میں مگر آنے والا ہے۔رحمٰن کے سامنے بندہ ہوکر۔''

اور بالخصوص حضرت مسیح علیہ السلام اور فرشتوں کی نسبت بالتصریح فرمایا۔لَنْ یَّسْتَنْکِفَ الْمَسِیْحُ اَنْ یَّکُوْنَ عَبْدًالِّلّٰهِ وَلَا الْمَلٰٓئِکَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ. (سورۃ النساء۔آیت ۱۷۲) ''ہرگز نہیں عار مانتا مسیح اس بات کو کہ ہووہ بندہ واسطے اللہ کے اور نہ ملائکہ مقربین عار جانتے ہیں۔''

ان ہر دو آیات میں سب کے لئے اور بالخصوص اُن کیلئے جن کو لوگ اللہ کا بیٹا یا بیٹیاں گمان کرتے تھے لفظ عبد کہا ہے۔اسی طرح آنحضرت ﷺ فداہُ ابی وامی کو بھی متعدد آیات میں لفظ عبد سے یاد کیا ہے۔(۱) اور سب لوگ نماز کے اَلتَّحِیَّات میں بھی ا۔ نماز سے باہر کلمہ شہادت میں بھی عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ پڑھتے ہیں' تو اب نصرانیوں اور ہندوؤں کی پیروی میں آنحضرت ﷺ کے لئے وہ باتیں تجویز نہ کرو جو ذاتِ حق سے مخصوص ہیں۔کیونکہ حیثیتیں دو ہی ہیں۔عبد اور معبود جب کوئی عبد ہے تو وہ کسی صورت میں اور کسی حالت میں معبودیت کے رتبے پر نہیں ہوسکتا۔جملہ انبیاء اللہ عباد اللہ ہیں اور جملہ اولیاء اللہ عباد اللہ ہیں۔ان میں سے کوئی بھی معبودیت کے استحقاق والا نہیں ہے۔جس غلط رو رہنما نے کسی قوم میں شرک کو رائج کرنا چاہا۔اُس نے لوگوں کے ذہن میں یہی جمانا چاہا کہ عبد کی ایک حیثیت بوجہ ابن آدم ہونے کے عبد کی ہے اور دوسری حیثیت بوجہ انعام واکرام کے معبودیت کی بھی ہے۔

پولوس کے مندرجہ بالا الفاظ دوبارہ پڑھیے۔آپ کو یہ بات اُن میں صاف نظر آجائے گی۔وہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کو ابن آدم اور ابن داؤد بھی مانتا ہے جو مقام عبودیت ہے لیکن پھر ابن اللہ کہہ جاتا ہے۔جو مقام معبودیت ہے۔اسی طرح ہندو کرشن جی کو ابن دیوکی مان (۲) کر کہتے ہیں کہ وہ معبود خدا ہیں' خدائے قدوس متجسد ہوکر ان کی صورت میں ظاہر ہوا۔یہی

---

(۱) مثلاً دیکھئے سورۃ البقرہ۔۲۳' سورۃ بنی اسرائیل۔آیت ا' سورۃ الکہف۔آیت ا' سورۃ الفرقان آیت ا' سورۃ النجم۔آیت ۱۰' سورۃ الجن۔۱۹ وغیرہ (۲) دیوکی کرشن بھگوان کی والدہ کا نام تھا۔

قول عیسائیوں کا عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق ہے کہ اللہ تعالیٰ عالم لاہوت سے عالم ناسوت میں آ کر مسیح کی صورت میں ظاہر ہوا۔ اور یہی اعتقاد بدھوں کا گوتم بدھ کی نسبت ہے کہ اللہ قدوس نے مجسم ہو کر کنواری مایا کے شکم میں حلول کیا اور گوتم بدھ کی صورت میں پیدا ہوا۔

تَشَابَهَتْ قُلُوْ بُهُمْ

کفار سے مشابہت:

یہی اعتقاد آجکل اُمتِ محمدیہ کے اُن لوگوں کا ہو رہا ہے جو آنحضرت ﷺ کی بشریت سے انکار کر کے آپ کو انسانیت کے سوا کچھ اور بنانا چاہتے ہیں۔ چنانچہ اُن کی جماعت کا مقبولِ عام یہ شعر ہے۔

وہی جو مستوی عرش تھا خُدا ہو کر اُتر پڑا مدینہ میں مصطفیٰ (۱) ہو کر

ہم ان سب کے عقائد کو ایک نقشہ میں دکھا کر انصاف ناظرین پر چھوڑتے ہیں۔

ہندوؤں نے کہا	خدائے تعالےٰ	کرشن کی صورت میں ظاہر ہوا۔
بدھوں نے کہا	خدائے تعالےٰ	گوتم بدھ کی صورت میں ظاہر ہوا۔
عیسائیوں نے کہا	خدائے تعالےٰ	حضرت مسیح کی صورت میں ظاہر ہوا۔
منکرین بشریت رسول ﷺ نے کہا	خدائے تعالےٰ	حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی صورت میں ظاہر ہوا۔

ناظرین! اللہ کیلئے اس نقشہ کو ذہن میں رکھ کر ذرا سوچیے کہ یہ شعر مشرکین سابقین کی مشابہت میں بنایا گیا ہے۔ یا اُس قرآن شریف سے لیا گیا ہے جس میں یہود و نصاریٰ کے عقیدۂ فرزند خدا تراشنے پر اُن کو الزاماً کہا گیا ہے۔

يُضَاهِئُوْنَ قَوْلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ (سورہ توبہ۔ آیت ۳۰)

---

(۱) اخبار الفقیہ امرتسر ۵ جنوری ۱۹۲۱ء۔ ۱۲ منہ

یعنی یہود ونصاریٰ نے حضرت عزیر اور مسیح علیہم السلام کو جو اللہ تعالیٰ کے فرزند کہا تو یہ اللہ تعالیٰ کی وحی اور انبیاء کی تعلیم سے نہیں کہا بلکہ کفارِ سابقین کی مشابہت میں کہا ہے۔ بالفاظِ دیگر یوں سمجھئے کہ یہ شعر اور عقیدہ کفارِ سابقین کی موافقت میں گھڑا گیا ہے؟ یا اس صاحبِ تاجِ نبوت ﷺ کی تعلیم سے لیا گیا ہے۔ جس نے انسانی دماغ کو اِن خرافات وتوہمات سے پاک کرنے کے لئے وَاَشْهَدُ اَنْ لَّااِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ میں الوہیت کو اللہ واحد کے لئے مختص کر کے اپنے لئے اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدً اعَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اپنے ہر چھوٹے بڑے اور عورت اور مرد مومن کی وردِ زبان کر دیا؟

آنحضرت ﷺ کی ایک پیشین گوئی:

آنحضرت ﷺ نے اپنی امت میں تغیر عقائد واعمال کی بابت کئی ایک احادیث میں خبر دی ہے۔ جو بخاری ومسلم وغیرہ کُتب حدیث میں مرقوم ہیں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا۔

لَتَتَّبِعُنَّ سُنَنَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ شِبْرًا بِشِبْرٍ وَّ ذِرَاعاً بِذِرَاعٍ حَتّٰى لَوْدَخَلُوْا جُحْرَ ضَبٍّ تَبِعْتُمُوْهُ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصَارٰى قَالَ فَمَنْ؟(۱) ''البتہ تم ضرور پیروی کرو گے پہلے لوگوں کے طریقوں کی بالشت کے بدلے بالشت بھر اور ہاتھ کے بدلے ہاتھ بھر حتیٰ کہ اگر جا گھسا ایک ان کا گوہ کی سوراخ میں تو تم اس میں بھی اُن کی پیروی کرلو گے۔ کہا گیا کہ اللہ کے رسول! کیا آپ کی مراد یہود اور نصاریٰ ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اور کون ہے''؟

حضرت شاہ ولی اللہؒ نے ''الفوز الکبیر'' میں متعدد مقامات پر اس اُمتِ مرحومہ میں یہود ونصاریٰ اور مشرکین جیسے عقائد واعمال کا پیدا ہو جانا ذکر کیا ہے۔ چنانچہ آپ حضرت

(۱) بخاری، کتاب الاعتصام: باب قول النبی ﷺ لتتبعن سنن من کان قبلکم، ح ۷۳۲۰، مسلم، کتاب العلم: باب اتباع سنن الیہود والنصاریٰ، ح ۲۶۶۹

اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں دین انبیاء کے محرف ہو جانے کی بابت فرماتے ہیں۔

''اور تحریف (دین) کا بیان اس طرح ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد اپنے جدِ امجد کے دین پر رہی۔ حتیٰ کہ عمرو بن لحی کا زمانہ آیا تو اُس نے خانہ کعبہ میں بُت رکھے اور اُن کی عبادت مقرر کروائی اور بحیرہ اور سائبہ اور ھام اور تیروں سے تقسیم کرنے کا دستور اور مثل ان کی دیگر امور تراشے اور یہ صورتِ حال آنحضرت ﷺ کی بعثت سے قریباً تین سو سال قبل واقع ہوئی اور اُن کے جہال اپنے باپ دادوں کے دستور سے سَند پکڑتے تھے اور اُسے قطعی حجتوں سے شمار کرتے تھے۔ حالانکہ انبیائے سابقین (علیہم السلام) نے حشر نشر کا مسئلہ بیان کر دیا تھا لیکن وہ بیان پوری شرح وبسط سے نہ تھا جیسا کہ اُسے قرآن کریم نے بیان کیا ہے۔ اس لئے جمہور مشرکین کو اس کی واقفیت نہ تھی۔ اور وہ اسے بعید (اور ناممکن) جانتے تھے۔ یہ لوگ اگرچہ سید نا حضرت ابراہیم اور سید نا حضرت اسمٰعیل اور سید نا حضرت موسیٰ علیہم السلام کی نبوت کے قائل تھے۔ لیکن وہ بشری صفات جو کہ انبیا علیہم السّلام کے کامل جمال کے سامنے پردہ ہیں اُن کو سخت تشویش میں ڈالتی تھیں اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی اُس تدبیر و (حکمت) کو یہ سمجھا جس کا تقاضا انبیاء کو مبعوث کرنا ہے۔ پس وہ اُسے (یعنی بعثتِ انبیاء کو) بعید جانتے تھے۔ اس وجہ سے کہ وہ اللہ کے رسولوں میں اور ان میں جن کی طرف وہ رسول بھیجے گئے تھے یعنی اپنے آپ میں مماثلت پاتے تھے۔ پس وہ ناقابلِ سماعت واہی تباہی شبہات وارد کرتے تھے۔ جیسا کہ انہوں نے کہا کہ ان کو انبیاء ہو کر کھانے پینے کی حاجت کیوں ہے؟ اللہ تعالیٰ فرشتوں کو رسول کیوں نہیں بناتا؟ (یا فرشتے

کیوں نازل نہیں کرتا اور کیوں ہر انسان پر علیحدہ علیحدہ وحی نازل نہیں کرتا؟ اور اسی طرح کی اور باتیں بھی (پیش کرتے تھے) اور اگر تجھے مشرکین کے حالات اور اُنکے اعمال وعقائد کی تصویر کے سمجھنے میں توقف ہو تو (اپنے) اس زمانہ کے عوام جہال کے حال پر نظر کر۔ خصوصاً اُن لوگوں کی طرف جو دارالسلام (بغداد) کے اطراف میں رہتے ہیں کہ ولایتِ الٰہیہ کے متعلق ان کے خیالات اور ظنون کیسے ہیں؟ اور باوجود اسکے کہ اُن کو گذشتہ اولیاء اللہ کی ولایت کا اعتراف واقرار ہے (اپنے) اس زمانہ میں وجودِ اولیاء کو از قبیل محال جانتے ہیں اور (بزرگوں کی) قبروں اور اُن کے نشانات (قدم بھرنے اور بیٹھنے کے) مقامات پر جا کر طرح طرح کے شرک کا ارتکاب کرتے ہیں۔ اور اُن میں (ذاتِ باری تعالیٰ کی نسبت) تشبیہ (کا عقیدہ) اور (دین میں) تحریف کس طرح ہو گئی اور یہ حدیث اُن پر کیسی صادق آتی ہے (جو آنحضرت ﷺ نے فرمائی) کہ تم ضرور ضرور پہلے لوگوں کی روش پر اس طرح چلنے لگو گے جس طرح جوتی کا ایک پاؤں دوسرے کے (عین) مطابق آتا ہے (۱) اور ان آفتوں میں سے کوئی بھی آفت نہیں جس میں اس زمانے کے کئی لوگ مبتلا نہ ہوں اور اُن کی مثل کے معتقد نہ ہوں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہم کو اس سے بچائے رکھے۔ حاصل کلام یہ کہ اللہ سبحانہ وتعالےٰ نے اپنی (خاص) رحمت سے حضور ﷺ کو عرب میں مبعوث کیا اور آپ ﷺ کو ملت ابراہیمی کے قائم کرنے کا حکم دیا۔ (انتہیٰ مترجماً) (الفوز الکبیر ۱۲۔۱۳ مترجم)

---

(۱) بخاری، کتاب الاعتصام: باب قول النبی ﷺ، لتتبعن سنن من کان قبلکم، ح ۷۳۲۰۔ مسلم، کتاب العلم: باب اتباع سنن الیہود والنصاریٰ، ح ۲۶۶۹۔ باختلافِ یسیر والترمذی، کتاب الایمان: باب ماجاء افتراق ہذا الامۃ، ح ۲۶۵۰ واللفظ لہ

(۲) اس کے بعد یہود کا مفصّل ذکر کر کے اس اُمتِ مرحومہ میں اُن کی متابعت کی نسبت فرماتے ہیں۔

'اگر تو یہود کا نمونہ دیکھنا چاہے تو تُو دنیا کے طالبین بُرے علماء کو دیکھ' کہ اپنے اسلاف کی تقلید اُن کی خو ہو گئی ہے اور انہوں نے قرآن وحدیث کی نصوص سے منہ موڑ لیا ہے۔ اور کسی (خاص) عالمِ و مجتہد کے تعمق اور تشدُّد اور استحسان کو دستاویز بنالیا ہے۔ پس انہوں نے معصومَ (بے خطا) صاحبِ شرع کے کلام سے مُنہ موڑ لیا۔ اور جعلی روایتوں اور ناقص وکھوٹی تاویلوں کو دستاویز بنالیا ہے۔ گویا کہ یہ بُرے علماء وہی یہودیوں کے علماء ہیں۔ (انتہا مترجماً ص۱۹، ۲۰)

(۳) اس کے بعد متصلاً نصاریٰ کا ذکر کر کے اپنی امتِ مرحومہ میں اُن کی متابعت کی نسبت فرماتے ہیں۔

> اگر تو اس فریق (نصاریٰ) کا نمونہ (اپنی قوم میں) دیکھنا چاہے۔ تو تُو آج مشائخ اولیاء اللہ کی اولاد کو دیکھ کہ وہ اپنے آباؤ اجداد کے متعلق کیا کیا گمان کرتے ہیں۔ پھر تجھے معلوم ہو جائے گا کہ وہ اُن کی تعلیم میں نہایت درجے کی افراط کرتے ہیں اور عنقریب ان ظالموں کو معلوم ہو جائے گا کہ ان پر کیسی گردش آتی ہے۔ (انتہیٰ مترجماً ص۲۱)

اس اُمتِ مرحومہ میں ایک حق پرست فرقہ ہمیشہ قائم رہا اور رہے گا۔ اگلی امتوں کے دین اس لئے محرف ہو گئے کہ اختلاف کے وقت نہ تو اُن میں آسمانی کتاب اصلی صورت پر محفوظ تھی۔ اور نہ کوئی فرقہ بحیثیت فرقہ کے سُنن انبیاء پر قائم تھا۔ اس بات کا سمجھنا اُس شخص کے لئے بہت آسان ہے جو یہود و نصاریٰ اور ہنود کی مزعومہ آسمانی کتب کا مطالعہ گہری نظر سے کرے اور اُن کے باہمی اختلافات کو فکرِ صائب سے سوچے اور تاریخی حالات

وانقلابات کونظرِ عبرت سے دیکھے۔

اس کے برخلاف اسلام کی آسمانی کتاب قرآن مجید اصلی اور الہامی الفاظ میں بے نظیر طور پر محفوظ ہے۔ اور آنحضرت ﷺ کی سیرت وسنت باوثوق ذرائع سے محفوظ ہوکر مسلمانوں میں معمول ہے اور اُن میں اختلاف کے وقت ہر زمانہ میں ایک حق پرست گروہ قائم رہا۔ جس کی طرف رجوع کرکے اختلاف کے حل کا رستہ صاف رہا۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔

حضرت شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں۔

> ''اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے ایک گروہ ایسا بھی ہے جن کو وہ شخص جو اُن کا ساتھ چھوڑ دے کچھ بھی نقصان نہیں پہنچا سکتا اور وہ زمین میں اللہ تعالیٰ کی حجت ہیں۔''(۱) انتہیٰ مترجماً)

آنحضرت ﷺ نے جماعت حقہ کی خبر دی:

آنحضرت ﷺ نے اس جماعت حقہ کی پیش گوئی فرمادی ہے کہ میری اُمت میں ایک فرقہ ہمیشہ رہے گا جو حق پر قائم رہے گا۔

چنانچہ صحیح مسلم میں ہے۔

لَا تَزَالُ طَائِفَۃٌ مِنْ اُمَّتِیْ یُقَاتِلُوْنَ عَلَی الْحَقِّ ظَاھِرِیْنَ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ (۲)''

میری اُمت کا ایک گروہ ہمیشہ رہے گا۔ جو حق پر قائم ہوکر مقابلہ کرتا رہے گا اور قیامت تک غالب ہوتا رہے گا۔''

اس مضمون کی حدیث صحیح بخاری میں بھی ہے(۳) اور آنحضرت ﷺ نے یہ بھی فرما

---

(۱) حجۃ اللہ مطبوعہ مصر جلد ۱ ص ۱۵۳، ۱۲ منہ۔ (۲) مسلم، کتاب الامارۃ: باب قولہ ﷺ لاتزال طائفۃ......، ح ۱۹۲۳

(۳) بخاری، کتاب المناقب: باب ۲۸، ح ۳۶۴۰

دیا تھا۔ کہ اللہ تعالیٰ میری اُمت کو ضلالت (گمراہی) پر جمع نہیں کرے گا۔(۱) اب امت کے اختلاف کے وقت یہ معلوم کرنا کہ صحیح سنت پر قائم رہنے والا فرقہ کونسا ہے؟ کیونکہ ہر فرقے کے طریق عمل اور امتیازی مسائل کو دیکھنے سے واضح ہو جاتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے طریق پر زندگی گذارنا کن لوگوں کا مقصد ہے؟ اور رائے اور قیاس کی پیروی سے اور دائیں بائیں کدوکاوش سے بچکر دین کو ٹھیک اُسی صورت پر رکھنا جس پر حضور ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو چھوڑا تھا کن لوگوں کا وطیرہ ہے؟ اور اپنے حال وقال اور صورت وسیرت اور وضع وچال اور عقائد واعمال اور ریاضت وعبادت (تصوف) اور تمدن وسیاست اور خوشی غمی ہر امر زندگی سے یہ ثابت کرنا کہ ہمارا اوڑھنا بچھونا اور دل کی خواہش وتمنا اور حاصلِ دین و دنیا صرف اتباعِ سنتِ رسول اللہ ﷺ ہی ہے کن لوگوں کا کام ہے؟

قریب رائے عزیزاں کجا خورم کہ مرا
حدیث سیّدِ کونین ﷺ بر زباں باقیست

اگر چہ مذکورہ بالا باتیں شناخت کے لئے کافی ہیں لیکن ہم مزید وضاحت وتشخیص کے لئے آئمہ حدیث کے اقوال بھی نقل کر دیتے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

(۱) امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کر کے لکھتے ہیں کہ (انکے استاد) علی بن مدینیؒ نے کہا کہ "وہ لوگ اصحاب الحدیث ہیں" (۲) (یعنی اہلحدیث)

(۲) اسی طرح امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ بسندِ صحیح امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ سے نقل کرتے ہیں۔ کہ آپ نے فرمایا کہ "اگر یہ لوگ اہلحدیث نہیں ہیں تو میں نہیں جانتا کہ یہ کون ہیں؟ (۳)

(۳) اسی طرح امام بخاری اپنی کتاب " خَلْقُ اَفْعَالِ الْعِبَادِ" میں فرماتے ہیں هُــــمْ

---

(۲) ترمذی، کتاب الفتن: باب ماجاء فی لزوم الجماعۃ، ح ۲۱۶۷

(۳) ترمذی، کتاب الفتن: باب ماجاء فی اھل الشام، ح ۲۱۹۲

(۴) معرفۃ علوم الحدیث للحاکم (ص ۲) شرف اصحاب الحدیث (ص ۱۴)

الَّـذِيْنَ اَدْرَوُا ا لْكِتَابَ وَالسُّنَّةَ بَعْدَ ا لنَّبِيِّ صَلَى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ قَرْناً بَعْدَ قَـــرْنٍ ۔(۲) ''یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے بعد زمانہ قرآن اور حدیث کو سمجھا اور سمجھایا''

(۴) اسی طرح حضرت سید عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمتہ ''غنیۃ الطالبین'' میں فرقہ ناجیہ کے ذکر میں فرماتے ہیں'' کہ دوسرے فرقے اُن (اہلحدیث) کے اور اور نام رکھتے ہیں۔ چنانچہ باطنیہ لوگ ان کو حشویہ کہتے ہیں کیونکہ یہ لوگ احادیث اور آثار سے تمسک کرتے ہیں۔

وَمَـا اِسْمُهُمْ اِلَّا اَصْحَابُ الْحَدِيْثِ وَاَهْلُ السُّنَةِ عَلٰى ما بَيَّنَّا (غنیۃ مترجم فارسی ۳۱۲) ''اور ان کا نام سوائے اہلحدیث اور اہل سنت کے اور کچھ نہیں ہے جیسا کہ ہم نے سابقاً بیان کر دیا ہے۔''

خلاصۂ مقصود:

حاصل ان دونوں فصلوں کا یہ ہے کہ دین کی اصلی صورت وہی ہے جو آنحضرت ﷺ کے وقت میں تھی۔ اور جس پر آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو چھوڑا۔ اور وہ مقدس جماعت اُس پر عمل پیرا رہی۔ لیکن جو عقائد و اعمال دیگر گمراہ فرقوں کی مشابہت و موافقت میں مسلمانوں میں رائج ہو گئے ہیں۔ وہ سراسر گمراہی ہیں۔ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی چال پر ظاھراً وباطناً وعلماً وعملاً. کلاً وجزءً اصولاً وفروعاً سب سے مقدم اہلحدیث ہیں۔ (اگر آپ بنظر انصاف مطالعہ کریں گے تو یقیناً حضرت مولف ؒ کے ہمنوا ہو جائیں گے۔) (فاروقی)

ہم سابقاً دلائل و نظائر سے ثابت کر چکے ہیں کہ بشریت و رسالت کے ایک ذات میں

---

(۱) خلق افعال العباد (ص ۲۷)

جمع ہونے سے انکار کرنا قرآن وحدیث کی تصریحات اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی مرویات کے خلاف ہے۔ اور شیوۂ کفار ہے کسی نے یوں انکار کیا کہ بشر پیغمبر نہیں ہوسکتا۔ یعنی ان کو اپنے جیسی صورت شکل والے اور کھانے پینے والے اور بیوی بال بچوں کے تعلقات والے دیکھ کر ان کے کمالِ رسالت سے جو ان کا امتیازی وصف تھا۔ انکار کردیا اور کسی نے ان کے کمالات کو تو تسلیم کیا لیکن ان کمالات کو لوازمِ رسالت نہ جان کر اُن کو اللہ کے اوتار قرار دیا۔ اور اُن کی بشریت کو صرف ظاہری پردہ (۱) گردانا۔ اس گمراہی نے دنیا کو گھیر رکھا تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسی گمراہی کو دور کرنے کیلئے مبعوث ہوئے۔ اللہ تعالےٰ نے آپ پر حقیقت امر واضح کی کہ میں ہمیشہ بنی آدم کے لئے انہی میں کا رسول مبعوث کرتا رہا ہوں اور اُن کی تصدیقِ رسالت کے لیے ان کو معجزات بھی عطا کرتا رہا ہوں۔ وہ میرے انعامات تھے۔ جو میرے حکم سے صادر ہوتے تھے۔ انبیاء کے اکتسابی مشقیات اور اختیاری معاملات نہ تھے۔ وہ باوجود ان سب کمالات و انعامات مخصوصہ کے میرے بندے ہی ہیں۔ اور اُن کو میرا بندہ بننے سے انکار نہیں۔ اُنکی زندگی کے واقعات اور میرے احکام کی طاعات اور میری حمد وثناء اور اپنی عبودیت کے مقالات اور میری جناب میں اُن کی دعوات وتضرعات اور احکام تکوینیہ میں مثل دیگر بندوں کے ہونا ایسے مسلمات ہیں کہ ان سے کسی کو انکار کی گنجائش نہیں۔ چنانچہ فرمایا۔

وَلَـه اَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَ رضِ طَوْعاً وَّ كَرْهاً (سورہ آل عمران۔ آیت ۸۳)۔ اور اُسی کے زیر فرمان ہیں جو آسمان میں اور زمین میں ہیں (کوئی) اطاعت سے اور (کوئی) مجبوری سے۔"

---

(۱) چنانچہ احد کے احمد کی صورت میں میم کے فرق سے ظاہر ہونے کے قائلین کا یہی نظریہ ہے۔ ۱۲ منہ

چند مغالطات اور اُنکے جوابات:

جولوگ آنحضرت ﷺ کی بشریت سے انکار کر کے آپ ﷺ کو اس سے اوپر کچھ اور بنانا چاہتے ہیں۔ انہوں نے عوام کو بہکانے اور بھڑکانے کے لئے چند شبہات پیدا کر رکھے ہیں۔ جن کی بنیاد وہ آنحضرت ﷺ کی تعظیم ومحبت بتاتے ہیں۔ اور جو کوئی آپ کو قرآن وحدیث اور صحابہ وتابعین اور جمیع آئمہ دین رحمہم اللہ کی پیروی میں اور حقیقتِ واقعی کے لحاظ سے بشر، آدمی اور انسان کہے تو اسے عوام کی نظر میں بُرے سے بُرا بنا دیتے ہیں۔

اُن کے ہاتھ میں یہ ایک ایسا حربہ ہے جو خرمن میں آگ لگا دینے کا کام دیتا ہے۔ عوام اس سے فوراً مشتعل ہو جاتے ہیں اور اشتعال میں آ کر یہ تمیز نہیں کر سکتے کہ کسی بے گناہ نے گستاخی کی بھی ہے یا نہیں؟ یا یہ کہ یہ امر گستاخی ہے بھی یا نہیں؟

اس کے مقابلہ میں عوام کے سامنے قرآن مجید کی ساری آیات، آنحضرت ﷺ کے جملہ ارشادات اور آپ ﷺ کی حیاتِ طیبہ کے سب واقعات اور آپ کے آباؤ اجداد اور اولاد واحفاد وازواجِ مطہرات سے نسبی تعلقات اور صحابہ رضی اللہ عنہم اور دیگر آئمہ دین کی تصریحات ذرہ بھر بھی اثر نہیں کر سکتیں۔ گویا اُن کے سامنے آئمہ دین کی عام تصنیفات (معاذ اللہ) دفتر بے معنی ہے۔ پھر ہم پر بھی لازم ہے کہ ہم اپنی طاقت بھر غلط فہمیوں کو دور کریں اور حقیقت کے سمجھانے میں کوشش کریں۔ شاید کسی سعادت مند کو ہدایت نصیب ہو جائے۔

فَقُلْ مَا يُفِيضُ الْوَقْتُ مِنْ غَيْرِ سَامِعٍ
فَفِي الدَّهْرِ مَنْ يُرْجَى بِهِ الْفَوْزُ ظَافِرًا

آنحضرت ﷺ کی محبت:

سو معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ فداہ بی وامی، روحی وجسدی ﷺ کی تعظیم اور محبت واجبات سے ہیں اور بغیر اس کے ایمان مکمل نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَّالِدِہٖ وَوَلَدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ. (۱) "تم میں سے کوئی بھی ایمان والا نہ ہوگا حتّٰی کہ میں محبوب تر ہوجاؤں اسکو اس کے والد سے اور اس کے فرزند سے اور دیگر تمام لوگوں سے۔" (ﷺ)

امام نوویؒ اس حدیث کی شرح میں قاضی عیاضؒ وغیرہ سے نقل کرتے ہیں:

"محبت تین قسم کی ہے۔ محبت بزرگی اور تعظیم کی مثل محبت والد کی۔ اور محبت شفقت رحمت کی مثل محبت فرزند کی اور محبت مشاکلت واحسان کی دیگر تمام لوگوں کی محبت کے۔ پس (اس حدیث میں) آنحضرت ﷺ نے اپنی محبت میں تمام اقسام محبت کو جمع کر دیا ہے۔ اور ابن بطالؒ نے کہا کہ اس حدیث کے معنے یہ ہیں۔ کہ جو شخص ایمان کو کامل کر لیتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کا حق اُس کے باپ اور اُس کے فرزند اور دیگر تمام لوگوں سے زیادہ تاکیدی ہے۔ کیونکہ ہم نے صرف آنحضرت ﷺ کی وجہ سے دوزخ سے خلاصی اور گمراہی سے ہدایت پائی۔" (انتہیٰ مترجماً نووی انصاری ص ۴۹ جلد اول)

لیکن محبت و تعظیم کے یہ معنے نہیں کہ عیسائیوں اور ہندوؤں کی طرح انبیاء اور صلحاء کو ان کے رتبہ سے بڑھا کر اُن کو الوہیت کے مرتبہ پر مانیں یا ان میں صفات وخواص خداوند تسلیم

(۱) بخاری، کتاب الایمان: باب حب الرسول ﷺ من الایمان، ح ۱۵ مسلم، کتاب الایمان: باب وجوب محبۃ رسول ﷺ، ح ۴۴

کریں۔ یا ان کے متعلق ایسے افعال واعمال کریں جو ذات باری تعالیٰ کا حق ہیں کیونکہ یہ سب کام کفر کے ہیں۔

حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ جو ایک باکمال حنفی بزرگ گذرے ہیں وہ اپنی مشہور کتاب ''مالا بدمنہ'' میں جو اس ملک میں حنفی مذہب کی سب سے پہلی درسی کتاب ہے فرماتے ہیں۔

''اللہ تعالیٰ کے خاص بندوں کو اللہ تعالیٰ کی صفات میں شریک گردانا یا ان کو عبادت میں شریک کرنا کفر ہے۔ جس طرح کہ دیگر کفار انبیاء کے انکار کی وجہ سے کافر ہوگئے۔ اسی طرح عیسائیوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا اور مشرکین عرب نے ملائکہ کو اللہ کی بیٹیاں کہا اور ان کی نسبت علم غیب کو تسلیم کیا تو کافر ہوگئے۔ انبیاء اور ملائکہ کو اللہ تعالیٰ کی صفات میں شرک نہ کرنا چاہیے۔ اور غیر انبیاء کو صفاتِ انبیاء میں شریک نہ کرنا چاہیے۔ عصمت انبیاء اور ملائکہ کے سوا صحابہ اور اہل بیت اور اولیاء اللہ میں سے کسی کے لئے ثابت نہ سمجھی جائے اور متابعت صرف حضرات انبیاء علیہم السلام تک منحصر رکھنی چاہیے۔ جس امر کی پیغمبرﷺ نے خبر دی ہے اس پر ایمان لانا چاہیے اور جو کچھ فرمایا ہے اس پر عمل کرنا چاہیے۔ اور جس امر سے منع فرمایا ہے اُس سے باز رہنا چاہیے۔ اور جس کسی کا قول بال کے سرے کے برابر بھی پیغمبرﷺ کے قول و فعل کے مخالف ہو اس کو رد کر دینا چاہیے۔'' (انتہی مترجماً باب الایمان ۱۱ تا ۱۲)

اب ہم ان مسلمانوں کو ان کے اور عیسائیوں کے اور شیعوں کے ایسے ہی اختلافات سے سمجھاتے ہیں۔ اگر کسی میں ذرہ بھر بھی شعور و انصاف ہوگا تو وہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے گمراہ کن واعظوں اور پیروں کے اس مغالطہ سے صاف بچ جائے گا۔

(۱) ا۔ ہم ان سے پوچھتے ہیں کہ نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رُتبہ بشریت و رسالت سے اوپر جو بڑھاتے ہیں تو محبت و تعظیم کی وجہ سے بڑھاتے ہیں یا کیسے؟

ب۔ اور آپ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعظیم و محبت کو واجب جانتے ہیں یا نہیں؟

ج۔ باوجود اس کے کیا عیسائی تمہاری نسبت یہ خیال رکھتے ہیں کہ تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی محبت کا حق ادا کرتے ہو؟

د۔ اگر نہیں تو حق کس کی طرف ہے تمہاری طرف یا اُن کی طرف؟ تمہاری طرف ہے تو کیوں؟

(۲) ا۔ اہل تشیّع حضرت علی اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کی شانِ میں جو غلو کرتے ہیں۔ وہ محبت و تعظیم کی وجہ سے کرتے ہیں یا کیسے؟

ب۔ آپ بھی حضرت علی اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما سے محبت کرتے ہیں یا نہیں؟

ج۔ باوجود اس کے کیا اہل تشیّع آپکی نسبت یہ خیال رکھتے ہیں کہ آپ اہل بیت رضی اللہ عنہم اور حضرت علی اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کی محبت کا حق ادا کرتے ہیں؟

د۔ اگر وہ ایسا خیال نہیں کرتے؟ تو حق کس کی طرف ہے؟ اور کیوں؟

ان ہر دو مثالوں کے جوابات کو ذہن میں رکھ کر اب یہ سوچو کہ اگر آپ انبیاء و صلحاء کو اُنکے واجبی رتبہ سے بڑھائیں اور اُن کی شان و محبت میں عیسائیوں اور شیعوں کی طرح غلو کریں۔ اور بیچارے اہلحدث اُنکو اُن کے واجبی رتبے پر رکھتے ہوئے اُن سے محبت کریں۔ اور ان کی تابعداری میں کئی قسم کی اذیتیں اور طعن و تشنیع بھی اُٹھائیں۔ تو حق کس کی طرف ہو گا؟ آپ کی طرف یا اہل حدیث کی طرف؟ جو فیصلہ آپ اپنے لئے عیسائیوں اور شیعوں کے مقابلے میں کرتے ہیں۔ وہی فیصلہ آپ اہلحدیث کے لئے اپنے مقابلہ میں کیوں نہیں کرتے؟ ورنہ بتایا جائے کہ آپ کے غلو میں اور عیسائیوں اور شیعوں کے غلو میں کیا فرق ہے؟ فرق بتانے کے وقت اپنے مقبول جماعتی شعر کو یاد رکھئے گا۔

وہی جو مستویِ عرش تھا خدا ہو کر
اُتر پڑا وہ مدینہ میں مصطفٰے ہو کر

نیز اپنی موضوع روایت اَنَـا اَ حْـمَدُ بِلاَمِیْم یعنی یہ کہ معاذ اللہ! حضورﷺ نے فرمایا کہ میں احد ہوں لیکن میم کے بغیر یعنی احمد ہوں کو بھی نظر انداز نہ کریں۔ جس کی بناء پر آپ کے واعظین اور پیر یہ کہا کرتے ہیں کہ (معاذ اللہ) احد (اللہ تعالیٰ) احمد کی صورت میں میم کے گھونگھٹ سے آیا۔

تفصیلِ مغالطات:

تمہید سابق کے بعد معلوم ہوا اِن گمراہ کُن بےعلم واعظوں اور پیروں نے عوام کو اپنے جال میں پھنسائے رکھنے اور خود ساختہ عقائد کفریہ اُن کے دماغ میں جمائے رکھنے کے لئے چند مغالطات بنا رکھے ہیں۔ جن کو وہ حسبِ موقع وقتاً فوقتاً بیان کرتے رہتے ہیں۔

پہلا مغالطہ:

جب یہ لوگ قرآن وحدیث کے نصوص اور آنحضرتﷺ کی حیاتِ طیبہ کے واقعات اور آپ کے حلیہ وصورت اور آپ کے جسمانی تعلقاتِ زوجیت و ولدیت سے آپ کی جنس بشریت کے متعلق ہر طرف سے گھر جاتے ہیں۔ تو یہ عذر کرتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ کا حق ہے کہ وہ آپ کو بشر بھی کہے اور عبد بھی کہے۔ اور آنحضرتﷺ بطورِ تواضع اپنے آپ کو ایسا کہہ سکتے ہیں۔ لیکن ہم کو ادب چاہیے اور یہ کلمہ نہ کہنا چاہیے۔ جس طرح کہ بیٹا اگرچہ کتنا معزز وعہدہ دار ہو لیکن اس کا باپ اُس کا نام پکارتا ہے اور پکار سکتا ہیں اور وہ بھی دریافت کرنے پر اپنا نام ہی بتاتا ہے۔ لیکن اُس کے ماتحت لوگ ادب کے روسے اُس کا نام نہیں پکارتے۔ بلکہ اُس کے عہدے یا لقب سے پکارتے ہیں۔

اس مغالطہ کا جواب یوں ہے کہ اعتقاد کہتے ہیں دل میں کسی بات کے جمانے کو اور شہادت کہتے ہیں زبان سے اُس اعتقاد کا اقرار کرنے کو اور حنفی مذہب میں علم عقائد کی سب کتابوں میں ایمان انہی دو باتوں کو کہا گیا ہے۔ یعنی دل سے تصدیق کرنا اور زبان سے

اقرار کرنا۔(۱) اور تصدیق سے یہ مراد ہے کہ آنحضرت ﷺ پر وحی ہوئی اور جو کچھ آپ کے قول و فعل سے ثابت ہوا اُسے دل کی پختگی سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ماننا اور حق سمجھنا۔ اور زبان کے اقرار سے یہ مراد ہے کہ جس امر کو دل سے حق سمجھا ہے زبان سے بھی ظاہر کرے۔ مثلاً جب دل میں اس بات کی تصدیق ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی لائقِ عبادت نہیں ہے۔ تو اگر آپ سے پوچھا جائے کہ بھائی صاحب! کیا آپ اس بات کو دل سے مانتے ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی بھی حقدار اور لائقِ عبادت نہیں ہے تو آپ کو لازماً ماننا پڑیگا کہ ہاں میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی بھی لائقِ عبادت نہیں ہے اور یہ ترجمہ ہے اَشْهَدُ اَنْ لَّآاِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا اور جب آپ نے دل سے مان لیا کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے پیغمبر برحق ہیں۔ تو اس کے بعد اگر آپ سے پوچھا جائے کہ کیا آپ دل سے مانتے ہیں کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے پیغمبر برحق ہیں تو آپکو دریں صورت دل کے مان لینے سے زبان سے بھی لازماً کہنا پڑے گا۔ کہ ہاں میں شہادت دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اُس کے رسول ہیں۔ اور یہ ترجمہ ہوگا وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُه کا۔

اگر آپ اپنے علم اور اختیار کے ہوتے ہوئے قلبی ایمان کا اقرار و اظہار اور اسکی شہادت زبان سے ادا نہ کریں تو بموجب تصریحات امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ اور دیگر ائمہ حنفیہ ایمان کا ایک رکن یعنی شہادت زبانی مفقود ہونے کی صورت میں آپ مسلمانوں میں مسلمان نہیں سمجھے جائیں گے۔

اسی طرح جب آپ دل سے تسلیم کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو بشر کہا ہے اور اس حقیقت واقعی کو بھی مانتے ہیں کہ آپ مثلِ دیگر انبیاء کے حضرت آدم علیہ السلام

---

۱ چنانچہ فقہ اکبر میں ہے۔ اَلْاِیْمَانُ اَلْاِقْرَارُ بِاللِّسَانِ وَالتَّصْدِیْقُ بِالْجَنَانِ۔ اور آپ کی کتاب ''الوصیۃ'' میں ہے۔ اَلْاِیْمَانُ اَلْاِقْرَارُ بِاللِّسَانِ وَالتَّصْدِیْقُ بِالْقَلْبِ۔ اور ''عقائد نسفی'' میں ہے۔ اَلْاِیْمَانُ هُوَالتَّصْدِیْقُ بِمَا جَاءَ مِنْ عِنْدِاللّٰهِ وَالْاِقْرَارُ بِهٖ۔

کی اولاد میں سے تھے اور آپ نے بھی اپنی زبان مبارک سے فرمایا کہ میں ایک بشر ہوں۔تو اللہ تعالیٰ کی وحی قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُم کی دل سے تصدیق کرتے ہوئے آپ زبان سے بھی اُس کی شہادت دیں اور اس کا اقرار کریں تو یہ اقرار و شہادت ایمان کے دوسرے رُکن کی تکمیل ہوگی یا بے ادبی ہوگی؟

جب کلمۂ شہادت میں آپ نے عبدہٗ کہہ لیا اور اُس میں بے ادبی نہ سمجھی تو مطابق وحی الٰہی جب آپ بشر کہیں گے تو بے ادبی کس طرح ہوگی؟ حالانکہ لفظ بشر بہ نسبت لفظ عبد کے نہایت معمولی ہے بلکہ اس میں ایک مزیت ہے۔اور معنی کے لحاظ سے اس میں ادب و بے ادبی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوسکتا۔جیسا کہ ہم سابقاً کتب لُغت کی تصریحات سے تحریر کر چکے ہیں کہ بشر اُسکو کہتے ہیں جس کا چمڑا صاف ہو۔اور وہ صاحبِ ادراک ہو۔اچھی صفت ہے۔اور یہ معنے عبد میں نہیں پائے جاتے۔ بلکہ اس کے معنے میں نہایت درجے کی فروتنی ملحوظ ہے لیکن چونکہ اس فروتنی (عبودیت) کی نسبت اللہ عزوجلّ کی طرف ہے۔اس لئے یہ محض عزت ہی عزت ہے۔

نکتہ نمبر۱ :اسی خیال سے آنحضرت ﷺ نے مسلمان کی ذہنیت بلند کرنے اور پستی سے بچانے کے لئے عبودیت کی نسبت سوائے ذاتِ حق کے کسی دیگر کی طرف جائز نہیں رکھی۔چنانچہ زرخرید غلاموں اور لونڈیوں کی نسبت اُن کے مالکوں کو ارشاد ہے۔

لَا یَقُوْلَنَّ اَحَدُکُمْ عَبْدِیْ وَاَمَتِیْ کُلُّکُمْ عَبِیْدُ اللّٰهِ وَ کُلُّ نِسَائِکُمْ اِمَاءُ اللّٰهِ اُلْحَدِیْث(۱)

’’تم میں سے کوئی بھی زرخرید غلام کو عبدی یعنی میرا بندہ اور زرخرید لونڈی کو اَمتی یعنی میری بندی ہرگز نہ کہے۔تم سب اللہ کے بندے ہو اور تمہاری سب عورتیں اللہ کی بندیاں ہیں۔‘‘

---

(۱) مسلمؒ کتاب الالفاظ من الادب: باب حکم اطلاق لفظۃ العبد والامۃ والمولیٰ والسید ح ۲۲۴۹

نکتہ نمبر ۲. کلمۂ شہادت میں شہادت رسالت کے ساتھ شہادتِ عبودیت کواس لئے شامل کیا کہ آنحضرت ﷺ سے پیشتر بعض قومیں تو جنس بشر کو قابلِ رسالت الٰہی نہیں جانتی تھیں۔جیسا کہ حضرت نوح علیہ السلام اور ہود علیہ السلام اور صالح علیہ السلام کی قومیں اور بعض ان کے برخلاف اللہ کے رسولوں کو بشریت سے اوپر مانتی تھیں۔غرض کوئی تو درجہ تفریط میں تھا اور کوئی غلو کر کے درجہ افراط میں۔ اور ہر دو اس نقطۂ خیال پر متفق تھے کہ دونوں باتیں یعنی بشریت و رسالت بہر صورت ایک ذات میں جمع نہیں ہوسکتیں۔ آنحضرت ﷺ نے کلمۂ شہادت میں اپنی نسبت عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ تعلیم کر کے ہر دو فریق کی گمراہی کو دور کر دیا۔منکرین کو سمجھایا کہ میں اللہ کا بندہ ہو کر اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں جس طرح کہ سابقاً اللہ تعالیٰ کے رسول ہوتے رہے۔اور اُس کی عبودیت سے باہر نہیں تھے۔

اس کی ضرورت یہ تھی کہ غالیوں نے اپنے انبیاء اور بزرگوں کو اللہ تعالیٰ کا اَوتار اور مجسم اللہ سمجھ رکھا تھا اور ایسا اعتقاد اُن میں اُن کے انبیاء کے بعد پیدا ہوا۔ پس ہوسکتا تھا کہ آپ ﷺ کی امت کے جاہل بھی درازی زمانہ پر دوسری جاہل قوموں کے اختلاط سے یا غلط رو اور کم علم یا بے علم پیشہ ور واعظین و مشائخ کے مغالطات سے آپ ﷺ کی نسبت بھی وَیسے عقائد پر ہو جائیں۔سو اس جہالت کی روک تھام کے لئے نہایت ضروری تھا کہ آپ اپنی عبودیت و رسالت کا اقرار ایمان کا جزو قرار دیں۔چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا۔

عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ شَهِدَ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ وَاَنَّ عِيْسٰى عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ وَكَلِمَتُهٗ اَلْقَاهَا اِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ وَالْجَنَّةُ وَالنَّارُ حَقٌّ اَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ عَلٰى مَا كَانَ مِنَ الْعَمَلِ (۱)

---

(۱) بخاری، کتاب احادیث الانبیاء: باب قولہ تعالیٰ (یآھل الکتاب لا تغلوا فی دینکم)، ح ۳۴۳۵، مسلم، کتاب الایمان: باب الدلیل علی ان من مات علی التوحید دخل الجنۃ، ح ۲۸

''حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس نے شہادت دی کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی لائق عبادت نہیں وہ یگانہ ہے۔ اُس کا کوئی بھی شریک نہیں۔اور یہ بھی (شہادت دی) کہ محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول ہیں اور یہ بھی (شہادت دی) کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے اور رسول ہیں اللہ کا کلمہ ہیں جو اس نے حضرت مریم علیہا السلام کی طرف ڈالا اور اللہ کی طرف سے روح ہے۔اور جنت اور دوزخ حق ہیں۔اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل کر دیگا۔جس بھی عمل پر وہ ہو۔'' یعنی اس صحیح ایمان کے ساتھ تھوڑے اعمال صالحہ بھی موجب جنت ہو جائیں گے۔

اس حدیث میں آپ ﷺ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی اپنے ساتھ ہی رکھا ہے اس لئے کہ دیارِ عرب اور اس کے ملحقہ علاقوں میں ایسا مغالطہ آمیز غلو سب سے زیادہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق تھا۔پس مسلمان ہونے کے لئے یہ بھی نشان مقرر کیا گیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت کے انکار کے ساتھ اُن کی عبودیت کا صریحاً اقرار کیا جائے۔اور حقیقتِ واقعی کو تسلیم کر کے اور یہودیوں کی تفریط سے بچتے ہوئے اُنکی رسالت کی بھی شہادت دی جائے۔

فائدہ ۔حافظ ابنِ حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کی شرح میں بہت سے فوائد لکھے ہیں۔جن کا خلاصہ ہماری عبارت مذکورہ میں آ گیا ہے۔

قرآن شریف میں بھی غلو سے ممانعت بالخصوص نصاریٰ کے متعلق مذکور ہے۔چنانچہ سورۂ نساء کے اخیر کے قریب (آیت ۱۷۱) بالتفصیل والتصریح اس کا ذکر ہے۔اور اس مقام پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق وہی باتیں مرقوم ہیں جو حدیث مندرجہ بالا میں مذکور ہیں۔اسی طرح سورۂ مائدہ (آیت ۱۱۰، ۱۱۶، ۱۱۷) میں اختتام کے قریب بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ذکر کے ضمن میں عیسائیوں کو غلو سے منع کیا گیا ہے۔

نیز خود آنحضرت ﷺ نے اپنی امت کو اپنی نسبت غلو سے جو منع فرمایا تو اس میں بھی نصاریٰ کا ذکر کر کے فرمایا کہ تم ایسا نہ کرنا چنانچہ حدیث میں ہے۔ عَنْ عُمَرَ رضی اللہ عنہ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لاَ تُطْرُوْنِي کَمَا اَطْرَتِ النَّصاریٰ ابنَ مَرْیمَ فَاِ نَّمَا اَنَا عَبْدُہ فَقُوْ لُوْا عَبْدُ اللّٰہِ وَرَسُوْلُہ.(۱)

''حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا میری تعریف میں غلو نہ کرو۔ جس طرح غلو کیا نصاریٰ نے مسیح ابنِ مریم کی تعریف میں سوائے اس کے نہیں کہ میں اُس کا بندہ ہوں پس تم اللہ کا بندہ اور اُس کا رسول ﷺ کہو۔

اسی طرح آپ ﷺ نے فرمایا۔

اِنِّیْ لاَ اُرِیدُ اَنْ تَرْ فَعُوْنِي فَوْقَ مَنْزِلَتِی اَنْزَلَنِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ اَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ۔(۲)

''میں نہیں چاہتا کہ تم مجھ کو میرے رتبے سے اوپر چڑھاؤ جس پر اللہ تعالیٰ نے مجھے رکھا۔ میں محمد ﷺ عبداللہ کا بیٹا ہوں (اور اللہ کا رسول ہوں)''

الغرض نصاریٰ کی مثال آنحضرت ﷺ کے سامنے موجود تھی کہ انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیم کے برخلاف آپ کی تعظیم و محبت میں غلو کیا۔ تو لازماً آپ ﷺ کو اندیشہ ہونا چاہیے تھا کہ میری امت بھی میری نسبت تعظیم و محبت کے بہانے سے غلو نہ کر بیٹھے۔ اس لئے آپ ﷺ نے اس سے منع فرمادیا۔

پس غالیوں کا یہ عذر کہ ''ہم رسول اللہ ﷺ کی بشریت کا انکار آپ کی محبت و تعظیم کی وجہ سے کرتے ہیں۔ اور جو لوگ آپ کو بشر کہتے ہیں وہ گستاخ و بے ادب ہیں۔'' سراسر غلط اور باطل ہے۔ کیونکہ محبت و تعظیم کی یہ صورت خلافِ قرآن و حدیث ہے۔ اور اس میں

---

(۱) بخاری' کتاب احادیث الانبیاء: باب قول اللہ تعالیٰ (واذکر فی الکتاب مریم......)' ح ۳۴۴۵

(۱) مسند احمد (۱۵۳/۳' ۲۴۱) بلفظ مختلف و اسنادہ صحیح انظر الصحیحۃ (۱۵۷۲)

دوسری گمراہ امتوں کی پیروی ہے۔ جس سے رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے اور اس ممانعت میں آپ ﷺ نے اپنی اُمت بلکہ انسانی ذہنیت پر بڑا بھاری احسان کیا ہے۔ کہ جس وہم کی وجہ سے اگلی امتیں گمراہ ہوگئی تھیں۔ اُسے اپنی نسبت بالکل دور کر دیا اور عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ کا کلمہ پڑھا کر اپنی اُمت کو ضلالت سے بچے رہنے کی صورت بتلا دی۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى نَبِيِّكَ وَ صَفِيِّكَ مِحمَّدِ نِ الَّذِیْ اَبْصَرْتَنَا بِهٖ مِنَ الْعَمٰى وَاَنْقَذْتَنَا مِنَ الضَّلاَ لَةِ۔ آمین

دوسرا مغالطہ

قرآن شریف میں یہود ونصاریٰ کی مذمت میں یہ بھی کہا گیا ہے۔

يُحَرِّ فُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ (سورہ مائدہ۔ آیت ۱۳) اور يُحَرِّ فُوْنَ الْكَلِمَ مِنْ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ (سورہ مائدہ۔ آیت ۴۱) یعنی (کتاب اللہ کی) بات کو اس کی (اصلی) جگہ سے (دوسری طرف) ہٹا دیتے ہیں۔ یہ امر وہ دو طرح پر کرتے تھے۔ لفظاً بھی اور معناً بھی۔ لفظاً اس طرح کہ کتاب اللہ کے ایک لفظ کو دوسرے لفظ سے بدل دیتے تھے۔ جس سے اُس کے معنے بھی بدل جاتے تھے اسے تحریفِ لفظی کہتے ہیں۔ اور معناً اس طرح کہ لفظ تو قائم رکھا لیکن اُس کے معنے اللہ کی مراد کے خلاف بدل کر اور قرار دے لئے اسے تحریف معنوی کہتے ہیں۔ یہود ونصاریٰ کی کتابوں کا مطالعہ کرنے والے بخوبی جانتے ہیں۔ کہ وہ یہ ہر دو کام کرتے رہے اور اب تک کرتے رہتے ہیں۔ حافظ ابنِ حزم قرطبیؒ حجتہ الاسلام امام غزالیؒ امام المتکلمین امام رازیؒ شیخ الاسلام امام ابنِ تیمیہؒ اور حافظ ابن قیمؒ وغیرہم علمائے اسلام کی مبسوط کتابیں موجود ہیں جن میں ان دونوں قوموں کی ہر دو قسم کی خیانتوں کو طشت ازبام کر کے دکھایا گیا ہے۔ چنانچہ اسی تحریف کی شامت سے صفحہ دنیا پر آج اُن کی کوئی قدیم کتاب بھی قابلِ اعتبار نہیں سمجھی جاتی۔

قرآن مجید ہر چند کہ بے مثل طور پر محفوظ کتاب ہے اور کوئی شخص یا قوم کسی طرح پر بھی چاہے کہ اسکے الفاظ یا معانی میں تحریف کی راہ نکال سکے وہ ہرگز کامیاب نہیں ہوسکتا۔ لیکن جب آنحضرت ﷺ نے فرمادیا تھا کہ تم بھی پہلے لوگوں کے دستور وطریقہ کی پیروی کروگے تو اس امت میں بھی ایسے فرقے اور ایسے اشخاص پیدا ہوگئے جنہوں نے تحریف لفظی (۱) یا معنوی میں یہود ونصاریٰ کے ساتھ برابر کا حصہ لیا۔ گو وہ کامیاب نہ ہوسکے اور نہ ہوسکتے ہیں۔

ایک بریلوی بزرگ کی تحریف:

شہر (۲) سیالکوٹ میں ایک اجنبی مولوی صاحب بنام مولوی عبدالغنی صاحب قریباً دس برس سے مقیم ہیں۔ قریباً دس برس تک کس مپرسی کی حالت میں رہے۔ لوگ ان کے اخلاق وطرز گفتگو کے سخت شاکی ہیں۔ اس لئے وہ مولوی صاحب شہر میں باوجود اتنی مدت سے مقیم ہونے کے رسوخ حاصل نہیں کر سکے۔ انہوں نے پھر ہوا کا رُخ سمجھ کر کہ آنحضرت ﷺ کی محبت کا دم بھر کر عوام کو قابو میں لانے کی کوشش شروع کی۔ تقریروں میں جماعتِ موحدین (اہلحدیث ودیوبندی) کو کوسنا شروع کیا کہ ”یہ لوگ بے ادب ہیں۔ ان سے میل ملاپ کرنا۔ اپنی مسجدوں میں آنے دینا ہرگز جائز نہیں۔ یہ آنحضرت ﷺ کو بشر جانتے ہیں اور دلیل میں یہ آیت پیش کرتے ہیں۔ قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ یعنی اے پیغمبر! تم کہدو کہ بیشک میں تم جیسا ایک بشر ہوں“ حالانکہ اس آیت کے یہ معنی ہرگز نہیں ہیں بلکہ اس کے معنے یہ ہیں۔ کہ ”اے پیغمبر! تم ان سے کہدو کہ بیشک میں نہیں ہو تم جیسا

---

(۱) تحریف لفظی کی مثالوں کے لئے شیعوں کی کتاب کافی پیش کی جاسکتی ہے اور اسکے بعد دور حاضر میں انکے مجتہد عصر مولوی مقبول احمد صاحب لکھنوی کا ترجمہ قرآن سونے پر سہاگہ کا کام دے گا۔ جس کی طباعت کے لئے انہوں نے نواب حامد علی خاں صاحب بالقابہ نواب ریاست رامپور سے مبلغ دس ہزار روپیہ لیا تھا۔ اور تحریف معنوی کی مثالوں میں مرزائے قادیانی کے بعد مضمون ہذا کو مطالعہ فرمائیں۔

(۲) یہ ۱۹۳۹ء کی بات ہے۔ زیب صفحہ آیت کریمہ کے ترجمہ کا انکشاف گویا اُس سن میں ہوا۔ (فاروقی)

بشر۔'' اِنَّ کے معنی بیشک اور مَا کے معنی نہیں' اَنَا کے معنی میں۔ اِنَّ تحقیق کے لئے اور مانفی کے لئے۔ یہ بےادب لوگ قرآن کا ترجمہ بدل کر لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں۔''

عوام کالانعام نے ایک ایسے شخص کی زبان سے جو بظاہر لباس علم سے ملبوس ہے۔ لیکن کلیتہً جہلاء سے مانوس ہے اور مسند درس پر متمکن ہے۔ یہ معنےٰ سن کر سبحان اللہ کے نعرے لگائے اور خوشیاں کیں۔ اور مولوی صاحب کی بڑائی ان الفاظ میں بیان کی کہ۔ لو جی! وہابی لوگ ہم کو سدا غلط ترجمہ سکھاتے رہے۔ حقیقت تو ان مولوی صاحب نے بیان کی ہے۔ ایک ایک حرف کا الگ الگ ترجمہ کر کے سمجھا دیا ہے کہ صحیح معنے یہی ہیں کہ۔'' بیشک میں تم جیسا بشر نہیں ہوں۔'' ان کے برابر تو کوئی عالم دیکھا سنا نہیں۔ واہ واہ سبحان اللہ علم ہو تو ایسا ہی ہو۔

چونکہ یہ معنےٰ درسِ قرآن کی عام مجلس میں جو مسجد دو دروازہ میں منعقد تھی' کئے گئے تھے۔ اور وہ مسجد شہر کے عین وسط کے چوراہے میں ہے اس لئے یہ آواز سارے شہر میں بجلی کی طرح پھیل گئی۔ سمجھدار اور علم دار لوگ حیران ہوئے کہ مولوی صاحب موصوف نے قرآن کے خلاف' احادیث کے خلاف' زبان عرب کے خلاف' علم نحو کے خلاف یہ جرأت کیسے کی؟ اگرچہ اس معنیٰ کے عجیب وغریب ہونے کی وجہ سے ان کی شہرت ہوگئی لیکن صف علماء میں یہ بات ظاہر ہوگئی کہ مولوی صاحب موصوف کو نہ قرآن کا علم ہے' نہ حدیث کا' نہ فقہ کا' نہ اصول کا' نہ زبان عرب کا' نہ نحو کا۔ مولوی صاحب کی یہ بکی، اُس عزت سے بڑی ہے جو ان کو عوام سے ملی۔ ہر قسم کے صاحب کمال کی عزت اس فن کے اصحابِ کمال میں ہونی چاہیے نہ کہ صفِ جہال میں۔ اور مولوی صاحب نے غضب تو یہ کیا کہ فخر ہندوستان حضرت مولانا عبدالحکیمؒ سیالکوٹی کے شہر میں بیٹھ کر اِنَّــمَا کے غلط معنیٰ کئے جو اپنی متعدد علمی تصانیف میں اِنَّما کے مَا کی نسبت تصریح کر چکے ہیں کہ یہ مَا کافہ اور زائدہ ہے۔ (تکملہ عبدالغفور)

پس یہ مَا نافیہ نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ میرے ایک شاگرد حکیم محمد صادق صاحب(۱) سیالکوٹی نے (میرے علم واذن کے سوا) یکے بعد دیگرے دوتحریریں شائع کیں کہ لفظ اِنَّمَا آئمہ نحوا آئمہ لغت' آئمہ اصول اور آئمہ علم بلاغت کے نزدیک حصر کیلئے آتا ہے۔ اور اس کے معنے ہیں ''سوائے اس کے نہیں' سب مفسرین ومترجمین قرآن مجید نے یہی معٰنے کئے ہیں۔ آپ نے اس کے معنے ''تحقیق نہیں ہوں'' کس امام' کس مفسر کی پیروی میں کئے ہیں؟ فریق ثانی کی طرف سے زبانی تو یہی کہا جاتا رہا کہ جواب بذریعہ اشتہار دیا جائے گا۔ لیکن وہ محض دفع الوقتی کا بہانہ تھا۔ دراصل جواب نہ دینا تھا نہ دیا اور اس لئے نہ دیا گیا کہ جواب تھا ہی نہیں۔

اس کے بعد حافظ محمد علی صاحب دیوبندی مدرس دارالعلوم شہابیہ سیالکوٹ نے ایک انوکھے طرز پر ایک رسالہ بنام ''اعتصام'' لکھا۔ جس میں لفظ اِنَّمَا پر آیاتِ قرآنیہ' احادیث نبویہ' اقوالِ مفسرین' تصریحات آئمہ نحو واصول اور اساتذۂ لغت وعلمائے معانی وبیان سے سیر کن بحث کی۔ اور ثابت کر دکھایا کہ لفظ اِنَّمَا میں اِنَّ کو جدا کر کے بمعنٰی تحقیق اور مَا کو نافیہ کہنے والا قرآن وحدیث اور نحو اصول اور لغت وبیان (علم فصاحت وبلاغت) کے خلاف آواز اٹھانے والا ہے۔

مفتی کفایت اللہ صاحب کا فتویٰ:

اس کے علاوہ حکیم محمد صادق صاحب مذکور نے مولینا مفتی کفایت اللہ صاحب مدظلہ سے استفتاء کیا کہ ''ایک عالم آیت قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ کے معنے اس طرح کرتا ہے۔'' کہہ دو تحقیق نہیں ہوں میں بشر مانند تمہاری۔'' یہ معنے صحیح ہیں یا غلط؟ اور صورت غلط ہونے کے ایسے شخص پر شریعت کی طرف سے کیا حکم وارد ہوتا ہے؟ اور ایسے شخص کی امامت جائز ہے یا نہیں؟

حضرت مولینا صاحب ممدوح نے اس کا جواب دیگر آیات قرآنیہ کو پیش کر کے یہ لکھا

(۱) آپ بیسیوں کتب کے مصنف اور توحید کے سچے مبلغ ہیں۔ مسلک اہلحدیث کے بہترین ترجمان ہیں۔ بندہ کو ان سے نیاز حاصل ہے۔ ایسے ہمہ صفت آدمی بہت کم ملتے ہیں۔

کہ یہ ترجمہ غلط ہے اور قرآن کے مفہوم کی تحریف ہے اور ایسے شخص کی امامت درست نہیں۔''

چنانچہ یہ استفتاء اور حضرت مولانا صاحب موصوف کا یہ جواب طبع کرا کر شہر میں تقسیم کیا گیا۔

اس کے علاوہ ایک اور رسالہ ''بنام سید البشر '' دائرۃ الارشاد سیالکوٹ کی طرف سے شائع کیا۔ اس میں بھی قران وحدیث اور کتب عقائد اور اقوال بزرگان ملت سے واضح کیا گیا کہ۔

''نبی ایک انسان ہوتا ہے جسے اللہ تعالیٰ اپنے خاص انتخاب سے اپنی وحی سے مشرف کرتا ہے''۔

غرض دیوبندی حنفیوں اور اہلحدیثوں کی طرف سے پے در پے رسالے اور اشتہارات جو نکلے اور لوگوں نے مولوی عبدالغنی صاحب سے ان کے جواب کا بزور مطالبہ کیا۔ تو ان کا دم ناک میں آ گیا۔ آخر پیچھا چھڑانے کے لئے یہ تدبیر سوچی کہ سیالکوٹ کے بعض دیگر غالی بریلوی مولویوں سے اپنے تراشیدہ معنی کی تصدیق کرا کر شائع کرادی جائے تا کہ یہ تو نام ہو جائے کہ جواب دیا گیا۔ لیکن ان مولوی صاحب نے ہر چند کہ وہ اہلحدیث اور دیوبندی جماعت کی مخالفت میں شدید ہیں۔ اور عقائد شرکیہ ورسوم بدعیہ میں مولوی عبدالغنی صاحب کے ہم آہنگ ہیں۔ اور بالخصوص آنخضرت ﷺ کی بشریت کے انکار میں ان کے بالکل موافق ہیں۔ مگر اِنَّـمَـا اَنَا بَشَرٌ کے معنی تحقیق نہیں ہوں میں بشر' کرنے میں مولوی عبدالغنی صاحب کی تحریر پر دستخط کرنے سے انکار کر دیا۔

جس سے مولوی عبدالغنی صاحب سخت جھنجھلائے اور ان کو سخت سُست کہتے ہوئے واپس پھرے۔ شہر میں چند روز تک یہ آواز گشت کرتی رہی کہ ان رسالوں اور اشتہاروں کا جواب نکالا جائے گا۔ لیکن اب ایسی خاموشی اختیار کر رکھی ہے۔ کہ گویا وہ شہر میں موجود ہی نہیں ہیں۔

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا
جو چیرا تو اِک قطرۂ خون نکلا

نفیس علمی مباحث

تحقیق لفظ اِنَّمَا:

ہم ان واقعات وحالات کے بعد لفظ اِنَّماَ کی تحقیق کتب لغت اور کتب معانی و بیان اورکتب اصول وغیرہا سے لکھتے ہیں جس سے روزِ روشن کی طرح ظاہر ہو جائے گا کہ لفظ اِنَّ کے ساتھ جب ماَ زیادہ کیا جائے تو وہ ماَ زائدہ ہوتا ہے نافیہ نہیں ہوتا اوراس کے معنی میں حصر ہو جاتا ہے۔ یعنی اس کے یہ معنی ہو جاتے ہیں۔ ''جزایں نیست'' سوائے اس کے نہیں'' ''صرف یہی بات ہے''۔

تفصیل یوں ہے کہ عربی زبان میں کلمۂ ماَ اسمی بھی ہوتا ہے اور حرفی بھی ۔ اور حرفی نافیہ بھی ہوتا ہے اور زائدہ بھی ۔ اور زائدہ دو قسم پر ہوتا ہے۔ کافہ اور غیر کافہ۔ پھر کافہ تین قسم پر ہے۔ ایک وہ جو حروف مشبہ بالفعل اِنَّ وغیرہ کے ساتھ آوے اُس وقت اس کے معنے میں حصر پیدا ہو جاتا ہے وہی درست ہے۔ اور اس کے سوا کوئی دوسرا امر درست نہیں ہے۔ جس کے معنے مختصر عبادت میں یہ ہیں ''جزایں نیست'' سوائے اس کے نہیں'' ''صرف یہی بات ہے۔''

اب ہم مختلف فنون کی کتابوں سے اپنے بیان کی تصدیق پیش کرتے ہیں علامہ جمال الدین ابن ہشام نحوی مغنی اللبیب میں ماَ کافہ کی مثال میں جو اِنَّ کے ساتھ آئے یہ آیت لکھتے ہیں۔

اِنَّمَا اللّٰہُ اِلٰـہٌ وَّاحِدٌ (سورہ النساء۔آیت ۱۷۱)

حضرت شاہ ولی اللہ علیہ الرحمہ اس آیت کا ترجمہ یوں رقم فرماتے ہیں۔

''جزایں نیست کہ خدا معبود یگانہ است۔''

مولینا شاہ رفیع الدینؒ اس کا ترجمہ یوں تحریر فرماتے ہیں۔

''سوائے اس کے نہیں کہ اللہ معبود اکیلا ہے۔''

سوال نمبر ا:

کیا مولوی عبدالغنی صاحب اس جگہ بھی ماَ کو نافیہ کہیں گے؟ اگر کہیں گے تو (معاذ اللہ) معنے اس کے برخلاف مراد الٰہی کے اور برخلاف دین اسلام کے بلکہ جملہ انبیاء کے یہ ہو جائیں گے۔ ''تحقیق نہیں ہے اللہ معبود اکیلا'' اور ظاہر ہے کہ یہ معنے کرنا اور اس پر اعتقاد رکھنا کفر ہے۔ اور کتاب اللہ کی تحریف معنوی ہے۔ اسکے بعد امام ابن ہشام نحوی بالتصریح لکھتے ہیں۔

''ماَ (کافہ) جو اِنَّ کے ساتھ زائدہ آتا ہے نفی کے لئے نہیں بلکہ وہ اس طرح ہے جس طرح اس اِنَّ کی دیگر اخوات لَیْتَمَا لَعَلَّمَا اور لٰکِنَّما کَاَنَّمَا میں ہے۔ (انتہٰی ملخصاً و مترجماً) (مغنی ج اص ۹)

(۲) اسی طرح علامہ قزوینیؒ تلخیص المفتاح میں بحث قصر میں فرماتے ہیں۔

وَمِنْهَا اِنَّمَا كَقُوْلِكَ فِیْ قَصْرِهٖ اِنَّمَا زَیْدٌ کَاتِبٌ وَ اِنَّمَا زَیْدٌ قَائِمٌ وَفِیْ قَصْرِهَا اِنَّمَا قَائِمٌ زَیْدٌ لِتَضَمُّنِهٖ مَعْنٰی مَا وَ اِلَّا لِقَوْلِ الْمُفَسِّرِیْنَ فِیْ اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَیْكُمُ الْمَیْتَةَ بِالنَّصْبِ مَعْنَاهُ مَا حَرَّمَ عَلَیْكُمْ اِلَّا الْمَیْتَةَ (تلخیص)

تشریح: ''اور الفاظ قصر میں سے اِنَّمَا بھی ہے مانند تیرے اس قول کے جو تو اس شخص کی تردید میں جو موصوف کو کاتب و شاعر ہر دو صفات سے متصف جانتا ہو۔ اس موصوف کو قصر افراد کی صورت میں ایک خاص صفت پر مقصور کرنا چاہے اور کہے اِنَّمَا زَیْدٌ قَائِمٌ یعنی بات صرف یہی ہے کہ زید کھڑا ہے یعنی

بیٹھا ہوا نہیں ہے یہ اس شخص کی تردید جو زید کو بیٹھا ہوا اعتقاد کرتا ہو۔ اور قصر افراد و قصر قلب کی صورت میں صفت کو کسی خاص موصوف سے مختص کرنے کیلئے بحسب مقام اور بحسب اعتقاد مخاطب کہئے اِنَّمَا قَائِمٌ زَیْدٌ یعنی سوائے اس کے نہیں کہ کھڑا ہونے والا صرف زید ہی ہے۔ بکر یا خالد نہیں۔ یعنی بحسب مقام کھڑا ہونے سے صرف زید ہی مصوف ہے دوسرا نہیں۔ اور لفظ اِنَّمَا حصر کا فائدہ اس لئے دیتا ہے کہ اِنَّ اور مَا کی ہیئت ترکیبی سے اس کے ضمن میں ما اور اِلَّا کے معنے ہیں۔(۱) اس کی وجہ یہ ہے کہ مفسرین قرآن نے آیت اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَیْکُمُ الْمَیْتَةَ (سورہ بقرہ۔ آیت ۱۷۳) کے معنے اس طرح کئے ہیں۔ ''نہیں حرام کیا اللہ نے تم پر مگر مردار وغیرہ تو مفسرین نے اس میں مَا اور اِلَّا کے معنے لئے''۔

نتیجہ ۔ بموجب علامہ قزوینی کی عبارت مذکورہ بالا اور اس کی تشریح کے آیت اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِثْلُکُمْ کے معنے یہ ہیں کہ سوائے اس کے نہیں کہ میں تم جیسا ایک بشر ہوں۔ یعنی فرشتہ وغیرہ نہیں ہوں۔

سوال نمبر۲ :

ہم مولوی عبدالغنی صاحب سے التماس کرتے ہیں۔ کہ تلخیص اور اس کی شروح مطول و مختصر درسی کتابیں ہیں صدیوں سے نصابِ درس میں داخل ہیں۔ ان میں آیت قرآنی اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَیْکُمُ الْمَیْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِیْرِ وَمَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰهِ۔ (سورہ بقرہ۔

(۱) یعنی گو اِنَّ اور مَا کے معنے درصورت جُدا جُدا لفظ ہونے کے اور ہیں لیکن جب دونوں مل گئے تو اب اِنَّمَا یکجائی صورت میں ایک نیا لفظ بن گیا۔ (دسوقی علی المغنی) پس اس کے معنے بھی ان سے الگ ہوں گے ۱۲ منہ یہ تشریح تلخیص کی شروح مطول و مختصر اور مواہب الفتاح اور عروس الافراح اور ایضاح اور دسوقی سے ماخوذ ہے۔ ۱۲ منہ

آیت ۱۷۳) کے معنے یہ لکھے ہیں۔ کہ جن امور میں گفتگو ہے ان میں سے صرف مردار اور خون اور خنزیر کا گوشت اور نذر لغیر اللہ حرام ہیں۔ اگر آپ اِنَّمَآ اَنَابَشَرٌ مِّثْلُکُمْ کے معنے یہ کرتے ہیں "تحقیق نہیں ہوں میں بشر مثل تمہاری" تو اس آیت اِنَّـمَـا حَرَّمَ عَلَیْـکُمُ الْـمَیْتَةَ میں یہ معنی لگائیں اور پھر دیکھیں کہ مردار اور خون اور خنزیر کا گوشت اور نذر لغیر اللہ (معاذ اللہ) قرآن کے رو سے حرام ثابت ہوتے ہیں یا حلال؟ کیونکہ آپ کے ترجمہ کے مطابق اس کے معنے یہ ہوں گے۔

"تحقیق نہیں حرام کیا اللہ نے مردار اور خون اور گوشت خنزیر کا اور نذر لغیر اللہ (معاذ اللہ) توبہ توبہ استغفر اللہ!

(۳) علامہ مجد الدین لغوی فیروز آبادیؒ "قاموس" میں لفظ اِنَّ کے ضمن میں لکھتے۔

وَالْـمَفْتُوْحَةُ فَرْعٌ عَنِ الْمَکْسُوْرَةِ فَصَحَّ اَنَّ اَنَّمَا تُفِیْدُ الْحَصْرَ کَاَنَّمَا وَاجْتَـمَـعَتَا فِی قَوْلِهٖ تَعَالٰی قُلْ اِنَّمَا یُوْحٰی اِلَیَّ اَنَّمَا اِلٰهُکُمْ اِلٰـهٌ وَّاحِدٌ (سورہ انبیاء آیت ۱۰۸) اور اَنَّ مفتوحہ ہے اور اِنَّ مکسورہ پس ثابت ہو گیا کہ اَنَّما (بالفتح) مثل اِنَّمَا (بالکسر) کے حصر کا فائدہ دیتا ہے اور یہ دونوں (مکسورہ اور مفتوحہ) اللہ تعالیٰ کے اس قول میں مجتمع ہیں۔ "کہہ تو (اے پیغمبر) کہ میری طرف تو یہی وحی کیا جاتا ہے کہ تمہارا معبود صرف ایک معبود ہے۔"

سوال نمبر ۳:

اگر مولوی عبدالغنی صاحب اِنَّمَا مرکب کو حصر کے لئے نہیں مانتے اور اِنَّ کو الگ اور مَا کو الگ رکھ کر اس مَا کو نافیہ مانتے ہیں تو مہربانی کر کے اس آیت کا جو علامہ فیروز آبادی نے پیش کی ہے اور اس کی مثل دیگر آیات کا ترجمہ کریں۔ پھر دیکھیں کہ قرآن شریف کا مایہ ناز

نظریہ (یعنی توحید الٰہی) کہاں باقی رہتا ہے۔

مَا کَافّہ کا بیان

مَا کَافہ کا بیان یوں ہے کہ حروف مشبہ بالفعل اِنَّ وغیرہ جو اپنے اسم کو نصب اور خبر کو رفع دیتے ہیں۔ جب اِنَّ کے ساتھ حروف مَا آ جائے تو وہ مَا اِنَّ حروف مشبہ بالفعل کو اِنَّ کے عمل (اسم کو نصب دینے) سے روک دیتا ہے۔ کیونکہ کافہ کے معنے ہیں ''روکنے والی چیز۔''

چنانچہ علامہ زمخشری مفصل میں بحث حروف مشبہ بالفعل میں لکھتے ہیں۔

وَتَلْحَقُهَا مَا الْكَافَّةُ فَتَعْزِلُهَا عَنِ الْعَمَلِ وَيُبْتَدَ اُ بَعْدَهَا الْكَلَامُ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى اِنَّمَا اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ (ص ۲۴۷)

''اور لاحق ہوتا ہے اِنَّ (وغیرہ حروف مشبہ بالفعل) کو ما کافہ تو انکو عمل سے معزول کر دیتا ہے۔ اور کلام کا مضمون اِنَّ کے بعد شروع ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''سوائے اس سے نہیں کہ تمہارا معبود اکیلا معبود ہے۔''

اس مقام پر اِنَّ نے اِلٰهُكُمْ پر نصب کا عمل نہیں کیا بلکہ وہ مرفوع ہے۔

آئمہ نحو اور لغت کے نزدیک یہ ما جو حروف مشبہ بالفعل اِنَّ وغیرھا پر اگر اِنَّ کو عمل سے روک دیتا ہے زائدہ ہوتا ہے۔ جملہ میں اس کے معنے اور عمل کچھ بھی نہیں لئے جاتے۔ شہادت کے لئے مندرجہ ذیل حوالے دیکھیے۔

صراح میں ہے:

وَمَا زائدہ وا ور ا معنے نیست وآں بر دو وجہ آید کافہ یعنے مانع از عمل کقولہ تعالیٰ۔ اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ۔ اور مَا زائدہ بھی ہوتا ہے اور اس کے معنے کچھ بھی نہیں ہوتے اور وہ دو وجہ پر ہوتا ہے۔ کافہ یعنی عمل سے روکنے والا مثل اللہ تعالےٰ کے قول کے۔ اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ یعنی سوائے اس کے نہیں کہ اللہ ہی اکیلا معبود ہے۔'' اس آیت میں اِنَّ عمل نصب

سے معزول ہے اور ماَ کا نہ کچھ عمل ہے اور نہ معنےٰ۔

(۲)۔ حضرت العلام مولٰنا عبدالحکیم (۱) سیالکوٹی ''تکملہ عبدالغفور'' میں فرماتے ہیں۔

وَمَا الْکَافَّةُ قِسْمٌ مِنَ الزَّائِدَةِ عَلیٰ مَا فِي الْمُغْنِیُ اَنَّ الزَّائِدَةَ نَوْعَانِ کَافَّة وَّغَیرُ کَافَّةِ۔ (ص ۴۹۸)

اور ماَ کافہ زائدہ کی ایک قسم ہے۔ جیسا کہ مغنی میں ہے کہ زائدہ کی دو قسمیں ہیں۔ کافہ اور غیر کافہ۔

اسی طرح ''قاموس'' ''اور لسان العرب'' میں بھی لکھا ہے کہ ما کافہ زائدہ ہوتا ہے

نتیجہ ۔ جب علمائے نحو اور آئمہ لغت کی تصریحات کے مطابق ما کافہ زائدہ ہوتا ہے۔ اور اس کے معنے اور عمل جملہ میں کچھ بھی نہیں ہے۔ تو اب اگر ہم مولوی عبدالغنی صاحب کے کہنے کے مطابق اس ماَ کو نافیہ مان لیں۔ تو پہلی غلطی تو یہ ہوگی کہ ہم نے اسے آئمہ نحو اور علمائے لغت کی تصریحات کے خلاف بامعنیٰ سمجھا اور دوسری یہ کہ ہم کو اس کا عامل ہونا ماننا لازم ہوگا۔ کیونکہ **مانافیہ** جب جملہ اسمیہ پر داخل ہو تو بشروط معروفہ **لَیْسَ** کا عمل کرتا ہے۔

چنانچہ مغنی میں ہے۔ **وَاَمَّا اَوْجُهُ الْحَرْفِیَّةِ (فَاحَدُھَا) اَنْ تَکُوْنَ نَافِیَّةً فَاِنْ دَخَلَتْ عَلَی الْجُمْلَةِالْاِسْمِیَّةِ اَعْمَلَهَا الْحِجَازِیُّوْنَ وَ التِّهَامِیُّوْنَ وَالنَّجْدِیُّوْنَ عَمَلَ لَیْسَ بِشِرُوْطِ معروفة نَحْوُ مَا هٰذَ ابَشَراًط مَا هُنَّ اُمَّهَاتِهِمْ** (جلد۲ص۶)

---

[۱] مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی ہندوستان میں بےنظیر فاضل ہوئے ہیں۔ حسان الہند مولانا آزاد بلگرامی ''مآثر الکرام'' میں فرماتے ہیں۔ ''اور سچ یہ ہے کہ تمام فنون درسیہ میں ہندوستان کی زمین سے کوئی ان کی مثل پیدا نہیں ہوا۔ شاہ جہان بادشاہ کے عہد میں آپ کئی دفعہ دربار خلافت دہلی میں گئے۔ بارہا نقود نا معدود انعام پائے۔ دو دفعہ آپ کو سونے سے تولا گیا اور آپ کے وزن کے برابر روپے بھی دیئے گئے۔ اور چند دیہات کی آمدنی برسم مدد معاش مقرر کی گئی۔ آپ کی تصانیف بلاد عرب و عجم میں دائر و سائر ہیں۔ (مترجماً صفحہ ۲۰۴ تا ۲۰۵) آپ ۱۰۶۷ ہجری میں فوت ہو کر سیالکوٹ میں دفن ہوئے۔ رحمہ اللہ تعالےٰ

''اور رہا ماحرفیہ کی وجوہات سوایک ان میں سے یہ کہ وہ نافیہ ہو۔ پس اگر وہ جملہ اسمیہ پر داخل ہوتو حجاز اور تہامہ اور نجد کے اہلِ زبان اسے لَیْـــسَ کا عمل دلاتے ہیں ساتھ اُن شرطوں کے جو کتب نحو میں معروف ہیں مثل اس آیت مَـــا هٰـذَا بَشَـرًا (سورۃ یوسف۔ ۳۱) اور مَـا هُنَّ اُمَّهَا تِهِمْ (سورۃ المجادلۃ۔ آیت ۲) کے۔ یعنی ان آیتوں میں بَشَـرًا اور اُمَّهَـــاتِهِـمْ جو منصوب ہیں تو مَا نافیہ کی وجہ سے ہیں۔ کیونکہ مَا نافیہ کی خبر اِنَّ کے برخلاف منصوب ہوتی ہے۔''

اب اوّل تو یہ سوال ہے کہ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ جملہ اسمیہ ہے اور اس میں بَشَرٌ اکی طرح بَشَرًا یوں نہیں پڑھا گیا؟

دیگر یہ کہ اگر یہ مَا نافیہ ہے تو اَنَا ضمیر پر جو اسم ہے۔ دو عامل متضاد عمل والے جمع ہو گئے۔ اِنَّ اس کو نصب دے گا۔ اور مَا اس کو رفع دے گا کیونکہ اِنَّ اور مَا نافیہ کا عمل ایک دوسرے کے خلاف ہوتا ہے۔ جیسا کہ سید شریف جرجانی ''مائۃ عامل'' منظوم میں فرماتے ہیں۔

اِنَّ بـــا اَنَّ کـــاَ نَّ لَیْـتَ لٰـکِـنَّ لَـعَـلَّ
نا صبِ اسم اند ورافع درخبر ضد ماولا

یعنی اَنَّ وغیرہ حروف مشبہ بالفعل عمل میں مَا نافیہ اور لا نافیہ کی ضد ہوتے ہیں۔ اَنَّ وغیرہ اسم کو نصب دیتے ہیں اور خبر کو نصب دیتے ہیں۔ دیگر یہ کہ اِنَّ جب ضمیر واحد متکلم پر داخل ہوتو اِنَّ اَنَا نہیں بولتے بلکہ اِنّـیْ بولتے ہیں۔ جو یہاں پر نہیں ہے۔ پس آپ کے قول کے مطابق نہ اِنَّ کا اسم منصوب ہے اور نہ اس آیتَ میں مَا نافیہ کی خبر منصوب ہے پس آپ کے معنے غلط ہوئے۔

اگر آپ کہیں کہ مَا نے اِنَّ کے عمل کو باطل کر دیا ہے۔ جیسا کہ کُتب نحو میں مذکور ہے۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس جواب سے آپ پر اقبالی ڈگری ہو جائے گی کہ یہ مَا نافیہ نہیں ہے۔ کیونکہ مَا جو کافہ ہوتا ہے وہ زائدہ ہوتا ہے۔ اور اُس کا عمل اور معنیٰ کچھ بھی نہیں لیا جاتا جیسا کہ ''صراح'' وغیرہ کی تصریحات اوپر مذکور ہو چکی ہیں۔

تحقیق مَا اور اِلّا :

اس لغوی اور معنوی تحقیق کے بعد ہم اس امر کے ثبوت میں کہ مرکب اِنَّمَا میں مَا اور اِلّا کے معنے ہوتے ہیں۔ یعنی اس کے معنے ہیں۔ ''سوائے اس کے نہیں''

دیگر آیات پیش کرتے ہیں اور لُطف یہ کہ وہ بھی اسی مسئلہ اجتماعِ بشریت و رسالت کے متعلق ہیں۔

آیت	ترجمہ شاہ ولی اللہ صاحبؒ	ترجمہ شاہ رفیع الدین صاحبؒ
(۱) قَالُوْا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا (سورہ ابراہیم آیت ۱۰)	گفتند نیستند مگر آدمی مانند ما۔	کہا انہوں نے نہیں تم مگر آدمی مانند ہماری۔
(۲) قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ (سورہ ابراہیم آیت ۱۱)	گفتند بایشاں پیامبرانِ ایشان نیستما مگر آدمی مانند شما۔	کہا واسطے اُنکے پیغمبروں ان کے نے نہیں ہم مگر آدمی مانند تمہارے۔
(۳) قَالُوْا مَا اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَمَا اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ مِنْ شَیْءٍ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَكْذِبُوْنَ (سورہ یٰسٓ آیت ۱۵)	اہل دیہ گفتند نیستند شما مگر آدمی مانند ما ونہ فرد فرستادہ است خدا ہیچ چیز نیستند مگر شما دروغ گو	کہا انہوں نے نہیں تم مگر آدمی مانند ہمارے اور نہیں اُتاری رحمٰن نے کچھ چیز، نہیں ہو تم مگر جھوٹے۔

پیغمبروں نے اس کے جواب میں اہلِ قریہ کو کہا

قَالُوْا رَبُّنَا یَعْلَمُ اِنَّا اِلَیْکُمْ لَمُرْسَلُوْنَ ۔ (سورہ یٰس۔آیت ۱۶)	گفتند پروردگار ما می داند کہ ہر ما بسوئے شما فرستادگانیم	کہا انہوں نے پروردگار ہمارا جانتا ہے کہ تحقیق ہم طرف تمہاری البتہ رسولوں سے ہیں۔

ان سب آیات میں کلمات نفی ما اور اِلّا موجود ہیں اور مضمون یہی ہے کہ کفار ایک ذات میں بشریت اور رسالت کا اجتماع نہیں مانتے تھے۔ اور رسولوں کو بشری حالت میں دیکھتے ہوئے ان کی رسالت سے انکار کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کی طرف سے یہ جواب نقل کیا۔

''انہوں نے کہا کہ بات تو یہی ہے کہ ہم بشریت میں مثل تمہاری ہیں لیکن ہمارا امتیاز اس امر میں نہیں ہے۔ بلکہ وہ منصبِ نبوت میں ہے کہ ہم پر اللہ تعالیٰ کی وحی آتی ہے اور تمہاری طرف نہیں آتی۔ اور منصب نبوت اللہ تعالیٰ ہمیشہ بشروں کو ہی عطا کرتا رہا ہے اور اس کا انتخاب اس کے اپنے ہاتھ میں ہے۔''

یہی امر آیت قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ یُوْحٰی اِلَیَّ اِنَّمَا اِلٰھُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ (سورہ کہف۔ آیت ۱۱۰) میں ہے جو آنحضرت ﷺ کے متعلق ہے۔ یعنی آنحضرت ﷺ کی نسبت بھی کفار کو یہی شبہ عارض ہوا کہ یہ شخص بشر ہو کر کس طرح رسول اللہ ہوسکتا ہے؟ جس کا اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید میں جگہ جگہ رد کیا کہ رسالت بشریت کے منافی نہیں۔ بلکہ یہ ایک ذات میں جمع ہوسکتی ہیں۔ چنانچہ سابقاً ہمارا یہی دستور رہا ہے کہ ہم بشروں ہی کو رسول بناتے رہے ہیں۔ اسی طرح ہم نے اپنے حبیب پاک محمد ﷺ کو باوجود اس کے بشر (آدمی) ہونے کے رسالت سے نوازا ہے۔ چنانچہ فرمایا۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَکَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِیْٓ اِلَیْھِمْ (سورہ انبیاء۔آیت ۷)

''اور نہیں بھیجے ہم نے پہلے تجھ سے مگر مرد کہ وحی بھیجتے تھے ہم طرف ان کی۔''

کتب ھائے بلاغت کی شہادت:

سورۂ ابراہیم اور سورۂ یٰسین کی مذکورہ بالا آیات کے متعلق جن میں بشریت و رسالت کے اجتماع کے معما کو حل کیا گیا ہے۔ ہم کتب ہائے بلاغت کی شہادت بیان کرتے ہیں۔ کیونکہ قرآن شریف بلاغت میں حدِّ اعجاز تک پہنچا ہوا ہے اور سب انسان و جن اس کے مقابلہ سے عاجز ہیں۔ فنِ بلاغت کے قواعد علمائے اسلام ہی نے لکھے ہیں۔ اور انہوں نے وہ قواعد قرآن ہی سے سیکھے ہیں۔ قرآن مجید سے پیشتر یہ علم مدون نہیں تھا۔

امام رازی نہایہ الایجاز(ا) میں آیت۔ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا کے متعلق لکھتے ہیں۔

"دوسرے (قاعدے) کی مثال اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے (جو کفار کی طرف سے نقل کیا گیا ہے۔ کہ انہوں نے اپنے پیغمبروں سے کہا) اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا۔ "یعنے نہیں ہو تم مگر بشر مثل ہماری" پس بشریت تو معلوم ہے۔ لیکن کلام کو اِنَّمَا کے سوا اِنْ اور اِلاَّ سے اس لئے بیان کیا گیا کہ کفار نے یہ سمجھا کہ انبیاء نے دعوےٰ رسالت کرنے سے اپنے آپ کو بشر ہونے سے خارج کر لیا ہے۔ پھر رسولوں کی طرف سے یہ جواب ہوا۔ یعنی۔ قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ۔ اور اس میں بھی اِنْ اور اِلَّا کا استعمال کیا کیونکہ اس شخص کا حکم جس کا خصم اس امر میں جس میں اس کے خلاف نہیں خلاف کا دعویٰ کرتا ہے یہ ہے کہ وہ خصم کے کلام کو اس کی پیش کردہ صورت میں بیان کرے۔ مثلاً جب تم کسی کو کہو تمہاری بابت ایسی ایسی بات ہے۔ تو وہ اسکے جواب میں کہے گا۔ کہ ہاں میری بابت بات تو ایسی ایسی ہی ہے۔ لیکن وہ امر جو تم اس کی وجہ سے مجھ پر لازم کرتے ہو مجھ پر لازم نہیں آتا تو اس بناء پر گویا

ا یہ کتاب امام بلاغت عبدالقاہر جرجانیؒ کی کتاب الدلائل اعجاز' کا خلاصہ ہے۔

رسولوں نے کہا کہ یہ جو تم نے کہا کہ ہم تمہاری مانند بشر ہیں سو یہ ایسا ہی ہے۔ جیسا کہ تم نے کہا۔ اور ہم اس سے نہ انکار کرتے ہیں اور نہ اس سے ناواقف ہیں۔ لیکن یہ بات ہم کو اس سے نہیں روکتی کہ اللہ تعالیٰ ہم پر رسالت کا احسان واکرام کرے۔'' (۱۵۲ تا ۱۵۳ انتہیٰ مترجماً ملخصًا)

امام رازیؒ کی عبارت مذکورہ کا حاصل وہی ہے جو ہم گذشتہ صفحات میں لکھ آئے ہیں۔

(۲) اسی طرح علامہ تفتازانیؒ اسی آیت کے متعلق ''مختصر المعانی'' میں لکھتے ہیں۔

''گویا ان انبیاء علیہم السلام نے کہا کہ تم (کفار) نے ہمارے بشر ہونے کا جو دعوٰے کیا ہے سو وہ حق ہے ہم اس کا انکار نہیں کرتے۔ لیکن یہ (بشریت) اس بات کے منافی نہیں ہے کہ اللہ تعالےٰ ہم پر رسالت کا احسان کرے''۔ (انتہیٰ مترجماً))

(۳) اسی طرح محقق ابن یعقوب مغربی ''مواہب الفتاح'' شرحِ تلخیص المفتاح میں اسی آیت کی نسبت فرماتے ہیں۔

''یہ اس لئے ہے کہ مراد یہ ہے کہ (پیغمبروں نے کہا) کہ ہم صرف بشر (آدمی) ہیں اور فرشتے نہیں ہیں۔ جس طرح تم کہتے ہو کہ پیغمبر فرشتوں کی جنس سے ہونا چاہیے لیکن بشریت اور نفی رسالت میں ملازمت (لازم وملزوم ہونا) نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے باوجود ان کے بشر ہونے کے رسالت کے لئے خاص کر لینے کا انعام کردیتا ہے۔'' (انتہیٰ مترجما)

اسی طرح دیگر کتب بلاغت میں بھی لکھا ہے۔ لیکن ہم بخوف طوالت اِنہی حوالجات پر اکتفا کرتے ہیں۔

ان حوالجات کے بعد ہم ایک خاص بات اپنے ناظرین کی توجہ کے لئے لکھتے ہیں کہ علامہ قزوینیؒ اور علام تفتازانی ہر دو اہل مشرق سے ہیں اور علامہ ابن یعقوب صاحب

مواہب الفتاح'' مغربی ہیں۔ آپ اس سے یہ سمجھ سکتے ہیں کہ مشرق سے مغرب تک کے مصنفین جن کی تصنیفات تمام دنیائے اسلام میں پڑھی پڑھائی جاتی ہیں۔ وہ سب اس امر پر متفق ہیں کہ کفار بشریت و رسالت کے ایک ذات میں جمع ہونے سے منکر تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ اور اللہ کے رسول ان کو یہی جواب دیتے رہے کہ ان دونوں میں منافات نہیں ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ بشروں ہی کو یہ عزتِ رسالت بھی بخشتا رہا ہے۔ واللہ الہادی۔

مسلّمہ اُردو و فارسی تراجم کی شہادت:

اب ہم مسلّمہ کل اردو و فارسی تراجم کی شہادت سے ثابت کرتے ہیں کہ سب میں اِنَّمَا کے معنے ''جز ایں نیست'' سوائے اسکے نہیں'' ۔ اور ''صرف یہی بات ہے۔'' وغیرہ لکھے ہیں۔ جو اردو اور فارسی زبان میں حصر کے معنے دیتے ہیں ۔ اور ایک ترجمہ میں بھی مولوی عبدالغنی صاحب کے بیان کردہ معنے یعنی ''تحقیق نہیں ہوں'' نہیں لکھے۔ یہ ان کے من گھڑت معنے ہیں۔ جن کی شہادت کتب میں موجود ہے۔

آیت	ترجمہ	نام مترجم
قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰى اِلَىَّ اَنَّمَا اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ (سورہ کہف۔ آیت ۱۱۰)	بگو جز ایں نیست کہ من آدمی ام مانند شما وحی فرستادہ می شود و بسوئے من کہ معبود شما ہماں معبود یکتا اوست	شاہ ولی اللہ صاحبؒ
	کہہ سوائے اس کے نہیں کہ میں آدمی ہوں مانند تمہاری وحی کی جاتی ہے طرف میری یہ کہ معبود تمہارا معبود ایک ہے۔	شاہ رفیع الدین صاحبؒ

	آپ یوں بھی کہہ دیجئے کہ میں تو تم ہی جیسا ایک بشر ہوں میرے پاس بس یہی وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود (برحق) ایک ہی معبود ہے۔	مولینا اشرف علی صاحبؒ
	(نیز) کہدے میں تو اس کے سوا کچھ نہیں ہوں کہ تمہارے ہی جیسا ایک آدمی ہوں البتہ اللہ نے مجھ پر وحی کی ہے کہ تمہارا معبود وہی ایک ہے اسکے سوا دوسرا نہیں۔	مولینا ابوالکلام صاحبؒ
وَاِذَا قِيۡلَ لَهُمۡ لَا تُفۡسِدُوۡا فِى الۡاَرۡضِ ۙ قَالُوۡۤا اِنَّمَا نَحۡنُ مُصۡلِحُوۡنَ ○ (سورہ بقرہ۔آیت ۱۱)	وچوں گفتہ می شود ایشاں راتباہ کاری میکند درزمین گوئند نجز ایں نیست کہ ما اصلاح کاریم۔	شاہ ولی اللہ صاحبؒ
	اور جب کہا جاتا ہے واسطے انکے مت فساد کرو بیچ زمین کے کہتے ہیں سوائے اس کے نہیں کہ ہم سنوارتے ہیں۔	شاہ رفیع الدین صاحبؒ
	وچوں گفتہ می شود ایشاں را کہ فساد مکنید در زمین میگفتند کہ جز ایں نیست کہ ما اصلاح کنندگانیم۔	شاہ عبدالعزیز صاحبؒ

آیت	ترجمہ	مترجم
اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَ لَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ۔ (سورہ بقرہ۔ آیت۱۷۳)	جزایں نیست کہ حرام کردہ است برشما مردار وخون راوگوشت خوک راوآنچہ آواز بلند کردہ شود درذبح وَے بغیر خدا۔	شاہ ولی اللہ صاحبؒ
	سوائے اسکے نہیں کہ حرام کیا اوپر تمہارے مُردار اور لہو اور گوشت سور کا اور جو کچھ پکارا جائے اوپر اسکے واسطے غیر اللہ کے۔	شاہ رفیع الدین صاحبؒ
	اللہ تعالیٰ نے تم پر صرف حرام کیا ہے مردار کو اور خون کو (جو بہتا ہو) اور خنزیر کے گوشت کو (اس طرح کے سب اجزاء کو) اور ایسے جانور کو جو (بقصد تقرب) غیر اللہ کے نامزد کردیا ہو۔	مولینا اشرف علی صاحبؒ

اسی طرح قرآن شریف میں وہ آیات بہت کثرت سے ہیں جن میں یہ لفظ اِنَّمَا وارد ہے۔ ان سب آیات میں مترجمین نے یہی معنی کئے ہیں اور سارے قرآن مجید میں ایک مقام بھی ایسا نہیں جہاں کسی مترجم نے مولوی عبدالغنی صاحب کے مطابق ترجمہ کیا ہو۔

دیگر آیاتِ قرآنی:

اب ہم اس عنوان کے ذیل میں بعض دیگر آیات بیان کرتے ہیں اور ثابت کرتے ہیں کہ ان میں لفظ اِنَّمَا کے مولوی عبدالغنی صاحب کے بیان کردہ معنے کرنے سے نہ اللہ

تعالیٰ کی توحید باقی رہتی ہے۔ نہ (معاذ اللہ) آنحضرت ﷺ کی نبوت' نہ قیامت اور نہ حلال وحرام کی تمیز گویا یوں سمجھئے کہ سارا دین الٹ جاتا ہے۔ اور مولوی عبدالغنی صاحب نے دین محمدی سے ایسا سلوک کیا ہے جو پولوس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دین سے کیا تھا۔ کہ نہ توحید رکھی نہ عیسٰے علیہ السلام کی رسالت' نہ حلال حرام کی تمیز۔ اور یہ سب کچھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی محبت کے بھیس میں کیا۔ اسی طرح مولوی عبدالغنی صاحب بھی یہ سب کچھ آنحضرت ﷺ کی محبت کے بھیس میں کرر ہے ہیں۔ **تشا بهت قلوبهم.**

وہ آیات جو ہم اس عنوان کے ضمن میں لکھیں گے۔ بطور مشتے نمونہ از خروارے ہوں گی۔ ورنہ قرآن شریف میں اس مفہوم کی بکثرت آیات ہیں جہاں لفظ اِنَّمَا ہے۔ وہاں پر مولوی عبدالغنی والے معنے کرنے سے مفہوم بدل جاتا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

توحید کے متعلق آیات

آیت	شاہ رفیع الدین صاحبؒ	مولوی عبدالغنی صاحب کے مطابق
اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ (سورہ النساء۔ آیت ۱۷۱)	(صحیح ترجمہ) سوائے اسکے نہیں کہ اللہ معبود اکیلا ہے۔	(غلط ترجمہ) تحقیق نہیں ہے اللہ معبود اکیلا۔ (استغفر اللہ)۔
وَ قَالَ اللّٰهُ لَا تَتَّخِذُ وا اِلٰهَيْنِ اثْنَيْنِ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّا حِدٌ (سورہ النحل۔ آیت ۱۸)	اور کہا اللہ نے مت پکڑو دو معبود سوائے اس کے نہیں کہ وہ معبود اکیلا ہے۔	اور کہا اللہ نے مت پکڑو دو معبود۔ تحقیق نہیں ہے وہ معبود اکیلا۔ العیاذ۔

آیت	ترجمہ	ترجمہ
اِنَّمَا اِلٰھُکُمُ اللّٰہُ الَّذِیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ ۔(سورہ طٰہٰ آیت ۹۸)	سوائے اسکے نہیں کہ معبود تمہارا اللہ ہے وہ جو نہیں کوئی معبود مگر وہ ہے۔	تحقیق نہیں ہے معبود تمہارا اللہ۔ وہ جو نہیں کوئی معبود مگر وہ۔

نبوت کے متعلق آیات

آیت	ترجمہ	ترجمہ
قُلْ اِنَّمَا اَنَا مُنْذِرٌ ۔ (پ۲۳۔ص۔آیت ۶۵)	کہہ سوائے اسکے نہیں کہ میں ڈرانے والا ہوں۔	کہہ تو (اے پیغمبر) تحقیق نہیں ہوں میں منذر (ڈرانیوالا عذاب الٰہی سے) معاذ اللہ۔
اِنَّمَا اَنْتَ نَذِیْرٌ ۔(سورہ ہود۔آیت ۱۲)	سوائے اس کے نہیں کہ تو ڈرانے والا ہے۔	تحقیق نہیں ہے تو ڈرانے والا۔ (معاذ اللہ)
قُلْ یٰاَیُّھَا النَّاسُ اِنَّمَا اَنَا لَکُمْ نَذِیْرٌ مُّبِیْن (سورہ حج۔آیت ۴۹)	کہہ اے لوگو! سوائے اس کے نہیں کہ میں واسطے تمہارے ڈرانے والا ہوں ظاہر۔	کہہ اے لوگو! تحقیق نہیں ہوں میں واسطے تمہارے ڈرانے والا ظاہر۔(معاذ اللہ)

قیامت کے متعلق آیات

آیت	ترجمہ	ترجمہ
وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَکُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ (سورہ آل عمران۔آیت ۱۸۵)	اور سوائے اس کے نہیں کہ پورے دیئے جاؤ گے تم بدلے اپنے دن قیامت کے	اور تحقیق نہیں پورے دیئے جاؤ گے تم بدلے اپنے دن قیامت کے۔(معاذ اللہ)
اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (سورہ طور۔آیت ۱۶ سورۃ تحریم آیت ۷)	سوائے اس کے نہیں کہ جزا دیئے جاؤ گے جو کچھ کہ تھے تم کرتے۔	تحقیق نہیں جزا دیئے جاؤ گے جو کچھ کہ تھے تم کرتے۔ (معاذ اللہ)

حلال وحرام کے متعلق آیات

اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَ لَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ ۔(سورہ بقرہ۔آیت۱۷۳)	سوائے اس کے نہیں کہ حرام کیا اوپر تمہارے مردار اورلہو۔اور گوشت سور کا اور جو کچھ پکارا جائے اوپر اس کے واسطے غیر اللہ کے	تحقیق نہیں حرام کیا اوپر تمہارے مردار اور خون اور گوشت سور کا اور جو کچھ پکارا جائے اوپر اس کے واسطے غیر اللہ۔(استغفراللہ)
قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّیَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَاَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطَانًا وَّاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَالَا تَعْلَمُوْنَ۔(سورہ اعراف آیت۳۳)	کہہ سوائے اس کے نہیں کہ حرام کی ہیں پروردگار میرے نے بے حیایاں جو ظاہر ہیں ان میں سے اور جو چھپی ہیں اور گناہ اور سرکشی ساتھ ناحق کے اور یہ کہ شریک بنائیں ساتھ اللہ کے وہ چیز کہ نہیں اتاری ساتھ اس کے دلیل اور یہ کہ کہو اوپر اللہ کے جو کچھ نہیں جانتے۔	کہہ تحقیق نہیں حرام کی ہیں رب میرے نے بے حیائیاں جو ظاہر ہیں ان میں سے اور جو چھپی ہیں۔ اور گناہ اور سرکشی ساتھ ناحق کے اور یہ کہ شریک لاؤ ساتھ اللہ کے وہ چیز کہ نہ اتاری ساتھ اسکے دلیل اور یہ کہ کہو اوپر اللہ کے جو کچھ کہ نہیں جانتے۔
اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا (سورہ آل عمران آیت۱۰)	تحقیق وہ لوگ جو کھاتے ہیں مال یتیموں کے ظلم سے سوائے اس کے نہیں کہ کھاتے ہیں بیچ پیٹوں اپنے کے آگ۔	تحقیق جو لوگ کھاتے ہیں مال یتیموں کے ساتھ ظلم کے نہیں کھاتے وہ اپنے پیٹوں میں آگ۔

يٰـاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ (سورہ مائدہ۔آیت ۹۰)	اے لوگو! جو ایمان لائے ہو سوائے اس کے نہیں کہ شراب اور جوا اور تھان بتوں کے اور پانسے گندے کام ہیں شیطان کے۔	اے لوگو! جو ایمان لائے ہو تحقیق نہیں ہیں شراب اور جوا اور تھان بتوں کے اور پانسے گندے کام شیطان کے۔

ناظرین! یہ چند مثالیں (ا) بطور نمونہ بیان کی گئی ہیں۔ جن میں صرف ایک لفظ اِنَّمَا کے معنے بدلنے سے معاذ اللہ قرآن کی تعلیم میں نہ توحید الٰہی باقی رہتی ہے' نہ آنحضرت ﷺ کی نبوت پر ایمان نہ قیامت پر یقین رہتا ہے اور نہ اعمال کی سزا کا خوف و امید' نہ حلال وحرام کی تمیز رہتی ہے نہ کچھ اور۔ غرض سارا دین اُلٹ جاتا ہے۔ مردار' خون' خنزیر کا گوشت' نذر لغیر اللہ' یتیموں کا مال ناحق کھانا' شراب' جوا کچھ بھی حرام نہیں رہتا' کہنے کو تو یہ ہے کہ صرف ایک لفظ کے معنے بدلے گئے۔ لیکن وہ ایک لفظ ہی ایسا ہے کہ اس کے معنے بدلنے سے سارا دین بدل جاتا ہے۔ یہ ہے مولینا عبدالغنی صاحب کا پولوسی سلوک دین محمدی کے ساتھ۔

ہم نے حقیقتِ امر واضح کر کے سامنے رکھ دی ہے۔ اب آپ خواہ توحید' نبوت' قیامت اور حلال وحرام کو قرآن کا مذہب سمجھیں۔ خواہ ان سب امور کا انکار کر کے مسلمان کہلائیں اور اسے آنحضرت ﷺ کی محبت قرار دیں۔ یہ آپ کی مرضی ہے۔

تیسرا مغالطہ:

شانِ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام میں غلو کرنے کی بنیاد رکھنے والے بزرگ کی زبانی بہت لوگوں نے سنا ہے کہ وہ اپنے وعظوں میں فرمایا کرتے ہیں۔

ا وہ احادیث جن میں لفظ اِنَّمَا ایسے ہی موقعوں پر وارد ہوا ہے وہ ہم بخوف طوالت نہیں لکھ سکتے۔ مثلاً اِنَّمَا بُعِثْتُ فَاتِحاً وَّ خَاتِماً اور اِنَّمَا بُعِثْتُ رَحْمَةً۔ (جامع صغیر جلد ا۔ص۔۷۹)

قرآن شریف میں لکھا ہے کہ رسول ﷺ کو بشر کہنے سے آدمی کافر ہو جاتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَقَالُوْٓا اَبَشَرٌ یَّهْدُوْنَنَا فَكَفَرُوْا ۔(سورہ تغابن۔آیت ۶)''یعنی انہوں نے کہا کہ کیا ہم کو بشر ہدایت کرتے ہیں۔ پس وہ کافر ہو گئے۔''یعنی رسولوں کو بشر کہنے کی وجہ سے وہ لوگ عنداللہ کافر ہو گئے۔اس کا جواب دو طرح پر ہے۔

اوّل۔اس طرح کہ یہ آیت آنحضرت ﷺ سے پیشتر کے انبیاء علیہم السلام اور ان کی قوموں کے متعلق حکایۃً مذکور ہوئی ہے اگر اس آیت سے یہی مراد ہے جو مغالطہ دینے والے بزرگ نے بتائی ہے۔تو اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ سب انبیاء جو آنحضرت ﷺ سے پیشتر ہوئے۔بشر اور اولادِ آدم علیہ السلام سے نہ تھے۔ حالانکہ یہ خلافِ قرآن وحدیث ہے۔اور سراسر باطل ہے۔کوئی بھی اس کا قائل نہیں۔دیگر اس طرح کہ یہ معنی بالکل غلط اور خلافِ تصریحات مفسرین ہیں اور دوسرے مغالطہ کی آیت قرآن شریف کی تحریفِ معنوی ہے۔کیونکہ پوری آیت کو سامنے رکھ کر اور اس سے پہلی کو ساتھ ملا کر اور دوسری آیات کا لحاظ کرتے ہوئے۔اور آئمہ مفسرینؒ کی تصریحات پر نظر رکھتے ہوئے اس کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام نے قوموں کو اپنے وقت میں تبلیغ رسالت کی تو قوموں نے ان کو بشری صورت اور حوائج میں دیکھ کر تعجب و انکار سے کہا کہ'' کیا! یہ لوگ بشر ہو کر ہمارے ہادی بن بیٹھے ہیں؟۔پس اس وجہ سے انہوں نے ان سے منہ موڑ لیا۔اس پر اللہ تعالیٰ نے بھی ان سے بے پرواہی کا سلوک کیا۔چنانچہ پوری آیت مع پہلی آیت کے یوں ہے۔

اَلَمْ یَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ فَذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّهٗ كَانَتْ تَّاْتِیْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ فَقَالُوْٓا اَبَشَرٌ یَّهْدُوْنَنَا فَكَفَرُوْا وَتَوَلَّوْا وَّاسْتَغْنَى اللّٰهُ وَاللّٰهُ غَنِیٌّ حَمِیْدٌ۔(سورہ تغابن۔آیت ۵،۶)

''کیا نہیں آئی خبر تم کو ان لوگوں کی کہ کافر ہوئے پہلے اس سے پس چکھا انہوں نے

وبال اپنے کام کا اور واسطے ان کے عذاب ہے درد دینے والا۔ یہ بسبب اس کے ہے کہ آئے تھے پاس ان کے پیغمبران کے ساتھ دلیلوں ظاہر کے۔ پس کہا انہوں نے کیا آدمی راہ دکھاویں گے ہم کو؟ پس کافر ہوئے اور منہ پھیر لیا۔ اور بے پرواہی کی اللہ نے اور اللہ بے پرواہ ہے تعریف کیا گیا۔

کافروں کے انکار کی وجہ:

آیت کے آگے پیچھے کو ملانے سے صاف واضح ہو گیا۔ کہ ان سب قوموں نے حسب آئین کفر اپنے اپنے وقت کے رسولوں کی رسالت سے اس لئے کفر کیا کہ وہ بشر کے لئے اللہ کی رسالت جائز نہیں جانتے تھے۔

علاوہ اس کے ہم صرف حنفی مفسرین کی تصریحات سے دکھاتے ہیں کہ سب نے اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہمارے ہی موافق اس کی تفسیر کی ہے۔ کسی نے بھی غلو کی بنیاد رکھنے والے بزرگ کے موافق تفسیر نہیں کی۔ چنانچہ علامہ نسفیؒ جن پر حنفیوں کے نزدیک اجتہاد فی المذہب ختم ہے۔ ''تفسیر مدارک'' میں فرماتے ہیں۔

(فَقَالُوۡا اَبَشَرٌ یَّهۡدُوۡنَنَا) انکر واالرسالة للبشرولم ینکروا العبادة لِلۡحَجَرَ (فَكَفَرُوۡا) بالرسل (مدارک جلد۴۔ برحاشیہ خازن) (پس کہا انہوں نے کیا بشر ہدایت کریں گے ہم کو؟) اُنہوں نے بشر کی رسالت۔ سے تو انکار کیا لیکن پتھروں کی عبادت سے انکار نہ کیا۔ تو انہوں نے رسولوں کے ساتھ کفر کیا۔

(۲) اسی طرح علامہ ابو السعود حنفیؒ جس کی عربیت پر حنفیوں کو فخر کرنا چاہیئے اس آیت کی تفسیر یوں کرتے ہیں۔

(اَبَشَرٌ یَّهۡدُوۡنَنَا) ای قال کل قوم من المذکورین فی حق رسولهم الذی اتٰهم بالمعجزات منکرین لکون الرسول من جنس البشر متعجبین من ذٰلِكَ آبَشَرُ یهدینا کما قالت ثمود اَبَشَرًا مِّناً وَّاحِدً انَتَّبِعُهٗ وَ قد اجمل

فی الحکایة فاسندالقول الیٰ جمیع الا قوام و ارید بالبشر الجنس فوصف بالجمع کما اجمل الخطاب و الا مرفی قوله تعالیٰ یاَیُّھَا الرُّسُلُ کُلُوْا مِنَ الطَّیِبَاتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحاً (فَکَفَرُوْا) ای بالرسل (ج ۵۔ بہامش التفسیر الکبیر)

کیا بشر ہم کو ہدایت کریں گے یعنی ہر قوم نے مذکورہ اقوام میں سے اپنے اس رسول کے حق میں جو ان کے پاس معجزات لے کر آیا۔ اس رسول کے جنس بشر میں ہونے کی وجہ سے منکر ہو کر تعجب سے کہا کیا ہم کو بشر ہدایت کرتا ہے؟ جس طرح کہ قوم ثمود نے کہا تھا۔ ''کیا ہم اپنے میں سے ایک بشر کی پیروی کر لیں۔'' اور اللہ تعالیٰ نے اس حکایت کو مجملاً ذکر کیا اور اس قول کی نسبت سب اقوام کی طرف کی۔ کہ بشر سے مراد جنس بشر ہے۔ پس جمع کے لفظ سے ذکر کیا۔ جس طرح کہ امر اور خطاب کو اس آیت میں بالا جمال ذکر کیا۔

''اے پیغمبرو! حلال اور پاک چیزیں کھاؤ اور نیک کام کرو۔'' (پس ان کفار) نے انکار کیا۔ یعنی رسولوں (کی رسالت) سے۔

ان حوالجات سے صاف طور پر واضح ہو گیا کہ حنفی مفسرین جن کا علمی تبحر و قابلیت اور عقیدہ و صلاحیت عمل دنیا جہان میں مسلّم ہے۔ اس آیت کی تفسیر وہی کچھ کرتے ہیں جو اہل حدیث کرتے ہیں۔

چوتھا مغالطہ:

چوتھا مغالطہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نور مجسم تھے۔ آپ کا سایہ نہیں تھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا قَدْ جَاءَ کُمْ مِّنَ اللّٰہِ نُوْرٌ وَّ کِتَابٌ مُّبِیْنٌ (سورہ مائدہ آیت ۱۵) اس آیت میں کتاب مبین تو قرآن شریف کو کہا گیا ہے اور نور آنحضرت ﷺ کی ذات کو۔

اس کا جواب۔ مفسرینؒ نے کہا کہ اس آیت کی تفسیر میں دو قول ہیں۔ اوّل یہ کہ

نور اور کتابِ مبین ہر دو قرآن شریف کی صفات ہیں۔ دیگر یہ کہ نور سے مراد آنحضرت ﷺ کی ذات مقدس ہے۔ اور کتاب سے مراد قرآن مجید ہے (دیکھو تفاسیر علامہ نسفی حنفی) بلکہ علامہ ابوالسعودؒ نے تو اس دوسرے قول کو یعنی نور سے ذات آنحضرت ﷺ کی مراد ہونے کو لفظ قیل سے ذکر کیا ہے۔ جو مصنفین کے نزدیک اس قول کے ضعیف و مرجوع ہونے کی دلیل ہے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں۔

(قَدْ جَاءَ كُمْ مِنَ اللهِ نُوْرٌ وكِتَابٌ مُّبِيْنٌ) وَتَنْوِيْنُ نُوْرٍ لِلتَّفْخِيْمِ وَالْمُرَادُ بِهٖ بِقَوْلِهٖ تَعَالٰى وَلْكِتَابٌ مُّبِيْنٌ الْقُرْاٰنُ وَالْعَطْفُ الْمُغَايِرَةِ بِالذَّاتِ وَقِيْلَ الْمُرَادُ بِالْاَوَّلِ هُوَالرَّسُوْلُ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلامُ بِالثَّانِي الْقُرْاٰنُ۔

"تحقیق آ چکی ہے تم کو اللہ کی طرف سے روشنی اور کتاب مبین۔ اور تنوین نور کی واسطے تفخیم کے ہے۔ اور مراد اس سے اور اللہ تعالیٰ کے قول (کتاب مبین) سے قرآن ہے۔ اور عطف اس لئے ہے کہ مغائرتِ وصفی وعنوانی کو بمنزلہ مغائیرتِ ذاتی کے سمجھا گیا ہے۔ اور اس میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ مراد اوّل (لفظ نور) سے رسول ﷺ ہیں اور دوسرے (کتاب مبین) سے قرآن شریف ہے۔

اس سے صاف واضح ہو گیا کہ علامہ ابوالسعود حنفی کے نزدیک بھی پہلا قول یعنی نور اور کتاب مبین ہر دو سے قرآن شریف مراد ہونا راجح ہے اور ایک چیز کی ایک صفت کو اس کی دوسری صفت پر معطوف کرنا قرآن مجید میں دیگر مقامات پر بھی موجود ہے۔ مثلاً سورۂ حجر میں فرمایا:۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا كَ سَبْعاً مِنَ الْمَثَانِي وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ (سورۃ الحجر۔ آیت ۸۷)

"اور (اے پیغمبر!) البتہ تحقیق دیں ہم نے تجھ کو سات آیتیں مکرّر پڑھی جانے والی اور وہی القرآن العظیم (بھی) ہیں۔"

یہ احسان سورۂ فاتحہ عطا ہونے کے متعلق ہے۔ اور مثانی اور القرآن العظیم ہر دو قرآن

مجید کی صفات ہیں (جیسا کہ صحیح بخاری میں خود آنحضرت ﷺ سے مروی ہے (۱)) اور صاحب مجمع البحار نے اسے من باب عطف الصفة علی الصفة کہا ہے۔ اور یہی مقصود حاصل ہے علامہ ابوالسعود حنفیؒ کی عبارت والعطف لتنزیل المغائرة بالذات کا یعنی مغائرت ذاتی کی بجائے مغائرت وصفی قرار دے کر عطف ڈالا گیا۔

دیگر یہ کہ قرآن شریف کی دیگر آیات میں واضح طور پر صرف قرآن مجید کو نور کہا گیا ہے۔ جہاں پر سوائے اس کے اور مراد ہو نہیں سکتی۔ مثال کے طور پر ملاحظہ ہوں آیات ذیل۔

(۱) فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالنُّوْرِ الَّذِیْٓ اَنْزَلْنَا (سورہ تغابن۔ آیت ۸)

''پس ایمان لاؤ تم اللہ پر اور اس کے رسول پر (۲) اور اس نور پر جو ہم نے نازل کیا۔

(۲) وَلٰکِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا. (سورہ شوریٰ۔ آیت ۵۲)

لیکن بنایا ہم نے اس کو نور۔ (۳)

(۳) وَاَنْزَلْنَآ اِلَیْکُمْ نُوْرًا مُّبِیْنًا۔ (سورہ النساء۔ آیت ۱۷۵)

اور نازل کیا ہم نے تمہاری طرف نور (۴) واضح کرنے والا۔

(۴) وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗ۔ (سورہ اعراف۔ آیت ۱۵)

اور پیروی کی انہوں نے اس نور کی جو نازل کیا گیا ساتھ اس کے۔

ان جملہ آیات سے جن کی تفسیر صرف حنفی مذہب کے اقوال سے ذکر کی گئی ہے۔ صاف ظاہر ہو گیا کہ قرآن شریف میں نور کی صفت قرآن مجید کے لئے کئی جگہ پر ہے۔ پس قاعدہ ''اَلْقُرْاٰنُ یُفَسِّرُ بَعْضُهٗ بَعْضًا'' یعنی قرآن شریف کا بعض حصہ بعض کی تفسیر کرتا ہے۔ پس اس مقام پر یعنی سورۂ مائدہ کی آیت میں بھی نور سے مراد قرآن شریف ہے۔

---

(۱) بخاری، کتاب التفسیر: باب ماجاء فی فاتحہ الکتاب، ح ۴۴۷۴

(۲) علامہ نسفی اور علامہ ابوالسعود کہتے ہیں اس آیت میں رسول ﷺ سے مراد محمد ﷺ ہیں۔ اور نور سے مراد قرآن شریف ہے ۱۲ منہ (۳)۔ تفسیر مدارک میں جَعَلْنٰهُ کی ضمیر مفعولی کا مرجع کتاب کو کہا ہے۔

(۴) تفسیر مدارک اور تفسیر ابی السعود میں کہا ہے کہ مراد نور سے قرآن ہے۔

دیگر یہ کہ اگر اس سے آنحضرت ﷺ بھی مراد لئے جائیں تو بھی غالیوں کا جو مقصود ہے کہ آپ ﷺ بشریت سے اوپر اور اولادِ آدم کے سوا کچھ اور ہوں پورا نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ آپ وصفی اور حکمی طور پر نور ہیں نہ کہ حسی اور جسمی طور پر۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے سورج کو بھی اور آنحضرت ﷺ کو بھی سراج (۱) (چراغ) فرمایا۔ اور ظاہر ہے کہ سورج کا چراغ ہونا اور نوعیت کا ہے۔ اور آنحضرت ﷺ کا اور نوعیت کا۔ یعنی سورج جسمانیات کے لئے روشنی ہے۔ اور آنحضرت ﷺ روحانیت کے لئے ہیں اور اسی نوع کا نور قرآن شریف بھی ہے۔

یعنی آنحضرت اور قرآن شریف ہر دو ہدایت و ارشاد میں ایک ہی نوعیت کے یعنی معنوی نور ہیں۔ اور اسی معنی سے مفسرین کے ہر دو سے (یعنی نور اور کتاب مبین) قرآن مجید ہی مراد لے کر اس کی وجہ یوں بیان کی ہے۔

یرید القران لکشفه ظلمات الشرک والشك ولا یاتنه ما کان خافیًا علی الناس من الحق اولا نه ظاهر الا عجاز "اس سے قرآن مجید مراد ہے۔ کیونکہ وہ شرک اور شک کے اندھیرے دور کرتا ہے۔ اور اس لئے بھی کہ اس نے حق کی باتیں واضح کیں جو لوگوں پر مخفی تھیں۔ یا اس وجہ سے (وہ نور ہے) کہ اس کا معجز ہونا ظاہر و بیّن ہے اور اس کے بعد آنحضرت ﷺ مراد لینے کی صورت میں فرمایا۔

اَوِالنُّوْرُ مُحَمَّدُ عَلَیْهِ السَّلَامُ لِاَنَّه یُهْتَدیٰ بِهٖ کَمَا سُمِّیَ سِرَاجاً۔ یا نور سے مراد آنحضرت ﷺ ہیں۔ کیونکہ آپ سے ہدایت کی جاتی ہے جیسا کہ آپ کا نام سراج (چراغ) بھی رکھا۔

حضور ﷺ پاک کیسے نُور ہیں؟

اور اس میں کچھ بھی شک نہیں کہ آنحضرت ﷺ اور قرآن مجید دونوں حقائق کے واضح

---

(۱) سورۂ فرقان آیت ۶۱، سورۂ نوح آیت ۱۶ اور سورۂ نبا آیت ۱۳ میں سراج سورج کو اور سورۂ احزاب آیت ۴۶ میں آنحضرت ﷺ کو کہا گیا ہے۔ ۱۲ منہ

کرنے اور ضلالت کے اندھیروں کو دور کرنے میں نور ہیں۔ یعنی جس طرح سورج ظواہر اور جسمانیات پر پرَتو افگن ہو کر ظاہری اندھیروں کو دور کرتا ہے اور حقائق اشیاء کو ظاہر کرتا ہے۔ اور ان میں تمیز کراتا ہے۔ اسی طرح آنحضرت ﷺ اور قرآن مجید کا پرتو باطن اور روحانیت پر پڑتا ہے۔ تو قلبی اندھیرے دور ہو جاتے ہیں۔ اور آدمی گمراہ ہونے سے بچ جاتا ہے۔ اور نیکی و بدی اور کردہ و ناکردہ امور (کردنی و ناکردنی امروں) کی حقیقت واضح ہو جاتی ہے۔ پس جب یہ حال ہے کہ آنحضرت ﷺ اور قرآن مجید معنوی اور وصفی طور پر نور ہیں۔ تو غالیوں کا یہ قول کہ جب آنحضرت ﷺ نور ہیں تو آپ جنسِ بشر سے کس طرح ہو سکتے ہیں۔ بالکل غلط ہے۔ اور ان کا اس کی شہادت میں قرآن شریف کی یہ آیت پیش کرنا سراسر مغالطہ ہے۔ باقی رہی یہ بات کہ آپ کا سایہ نہیں تھا۔ سو یہ بھی بالکل بے ثبوت ہے۔ کسی صحیح حدیث میں ایسا وارد نہیں ہوا۔ (۱) اور ایسی کتابوں میں اس کا مرقوم ہونا جن میں صحت کا التزام نہیں ہے۔ اور ان میں ہر طرح کی رطب و یابس باتیں پائی جاتی ہیں۔ اس کی صحت کی دلیل نہیں۔ چنانچہ قلعہ سیالکوٹ پر سٹی انسپکٹر پولیس احمد خاں صاحب کے سامنے صدہا مسلمانوں کی موجودگی میں اسی مسئلہ میں مولوی عبدالغنی صاحب مذکور الفوق سے جو گفتگو ہوئی اس میں اس عاجز نے ان سے یہی سوال کیا تھا۔ کہ کیا آپ اس کے متعلق کوئی صحیح روایت بتا سکتے ہیں؟ تو مولوی عبدالغنی صاحب نے صاف الفاظ میں فرمایا تھا کہ "روایت تو کوئی نہیں لیکن جب آپ ﷺ نور تھے۔ تو نور کا سایہ کس طرح ہو سکتا ہے۔؟ (یہ ایک عقلی ڈھکوسلا ہے)

اس کے جواب میں اس عاجز نے کہا کہ الحمد اللہ یہ تو آپ نے تسلیم کر لیا کہ اس کے ثبوت میں کوئی صحیح روایت نہیں ہے۔ اور آپ کا یہ قول کہ جب آپ نور ہیں تو آپ کا سایہ

---

(۱) جبکہ رسول اللہ ﷺ کے سائے کا ثبوت کئی صحیح احادیث میں ہے۔ دیکھئے مسند احمد (۶/۱۳۲، ۲۶۱، ۳۳۸) طبقات ابن سعد (۸/۱۲۷)، صحیح ابن خزیمۃ (ح ۸۹۲) مستدرک حاکم (۴/۲۵۶) وغیرھا من الکتب (کاشف)

کس طرح ہوسکتا ہے! ایک قیاسی اَمر ہے۔ اور وہ بھی بے قاعدہ ہے۔(۱)

جب حاضرین نے سنا کہ مولوی عبدالغنی صاحب حضور ﷺ کے سایہ کے متعلق کوئی روایت پیش نہیں کر سکے۔ بلکہ اس سے انکار کرر ہے ہیں۔ تو ان کی حیرت کی حد نہ رہی کہ مولوی صاحب تو قریبًا ہر روز عام طور سے حضور ﷺ کا سایہ نہ ہونا بیان فرمایا کرتے تھے۔ آج کیا ہو گیا کہ آپ فرماتے ہیں کہ روایت کوئی نہیں۔

پانچواں مغالطہ :

(حضور ﷺ کا اپنے پیچھے سے بھی دیکھنا) قلعہ سیالکوٹ والی گفتگو میں مولوی عبدالغنی صاحب نے حضور ﷺ کے جنس بشر سے نہ ہونے کی ایک دلیل یہ بھی پیش کی کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں۔ کہ میں اپنے پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں۔(۲) تو کیا کوئی بشر پیچھے کی طرف سے دیکھ سکتا ہے؟

اس کا جواب یہ دیا گیا تھا کہ یہ ایک معجزہ(۳) اور رسالت کی دلیل ہوتی ہے نہ کہ بشریت سے خارج ہونے کی۔ اس طرح تو عیسائی کہہ سکتے ہیں کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام نے جو معجزات دکھائے وہ انسان کی طاقت سے اوپر ہیں۔ اس لئے آپ بشر نہیں ہیں۔ تو کیا آپ ان کی اس دلیل کو تسلیم کرلیں گے؟ ہرگز نہیں۔

اصل بات یہ ہے کہ ہر نبی کو اللہ تعالیٰ نے بتقاضائے حکمت الگ الگ معجزے دیئے۔ کسی کو کوئی کسی کو کوئی۔ کسی کو کم کسی کو زیادہ۔ چونکہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام سید المرسلین

---

(۱) کیونکہ یہ قیاس مع الفارق ہے۔ اور قیاس کے لئے ضروری ہے کہ مقیس اور مقیس علیہ ہر دو ایک جنس کے ہوں۔ آنحضرت ﷺ کا نور ہونا معنوی ہے اور وصفی امر ہے۔ اور سورج و چراغ ہونا حسی اور مشاہدے کے متعلق ہے۔ پس سورج اور چراغ کے سائے کے نہ ہونے سے آپ کا سایہ نہ ہونا کیسے ثابت ہوسکتا ہے؟ یہ بالکل بے علمی کی دلیل ہے۔ ۱۲ منہ۔

(۲) بخاری' کتاب الاذان: باب تسویۃ الصفوف عند الاقامۃ و بعدھا' ح ۷۱۸ مسلم' کتاب الصلاۃ: باب تسویۃ الصفوف و اقامتھا' ح ۴۳۴

(۳) علامہ عینی حنفی شرح صحیح بخاری میں اس حدیث کے ذیل میں کہتے ہیں۔ وَفِیهِ مُعجِزَۃُ النَّبِی ﷺ (ج۲ص۷۹۰ مطبوعہ مصر) کہ اس میں نبی ﷺ کا معجزہ ہے۔

ہیں اس لئے آپ کے معجزات سب سے زیادہ اور سب سے اعلیٰ ہیں۔

چھٹا مغالطہ:

مولوی عبدالغنی صاحب نے آنحضرت ﷺ کے جنس بشر سے خارج ہونے کی ایک الزامی دلیل یہ بھی پیش کی تھی کہ ان اہل حدیثوں نے ابھی ابھی کہا ہے کہ آنحضرت ﷺ بے مثل بشر ہیں۔ جب آپ بے مثل ہیں تو اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُم (سورہ کہف۔ آیت ۱۱۰) کا ترجمہ ''کہ میں تم جیسا ایک بشر ہوں'' کیسے صحیح ہو سکتا ہے؟

اس کا جواب یہ دیا گیا تھا کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بے مثل کہا جاتا ہے تو اس سے اوصاف وفضائل میں بے مثل کہا جاتا ہے۔ اور جب ہماری طرح کے بشر کہا جاتا ہے تو اس سے پیدائش میں مثل ہونا مراد ہوتا ہے۔ پس اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُم کے معنے یہی صحیح ہیں کہ جیسے تم اولاد آدم سے ہو۔ ویسے میں بھی اولاد آدم علیہ السلام سے ہوں۔ ملائکہ وغیرہ کی جنس سے نہیں ہوں۔

آنحضرت ﷺ کس جنس سے تھے

یہ بات انسپکٹر صاحب کے دل میں اتر گئی اور مولوی عبدالغنی صاحب سے کہنے لگے کہ مولٰینا صاحب زیادہ باتوں کی ضرورت نہیں (۱)۔ آپ صرف اتنا بتا دیجئے کہ اگر آنحضرت ﷺ جنس بشر سے نہ تھے تو کس جنس سے تھے؟ جنات سے کہنا تو بے ادبی ہے اور ملائکہ سے بھی نہ تھے کیونکہ آپ کے ماں باپ' بیوی' بال بچے اور رشتہ دار سب موجود تھے۔ پس میں تو اس آیت کا یہی مطلب سمجھا ہوں کہ جب آنحضرت ﷺ نے نبوت کا

---

۱ زیادہ باتوں کی ضرورت نہیں! یہ انسپکٹر صاحب نے اس لئے کہا تھا کہ اس مجلس میں مولوی عبدالغنی صاحب کا ردیہ یہ تھا کہ جو بات انسپکٹر صاحب آپ سے پوچھتے اگر چہ اسکے جواب میں صرف ہاں یا نہ کہہ دینا کافی ہوتا۔ لیکن مولوی عبدالغنی صاحب جواب میں یہی کہتے کہ ''جناب اس میں تمہید کی ضرورت ہے آپ تمہید سن لیں پھر جواب دوں گا'' کبھی یہ کہتے کہ ''آپ تمہید تو سنتے نہیں جواب کیا دوں؟'' اس لئے انسپکٹر صاحب نے کہا کہ زیادہ باتوں کی ضرورت نہیں۔

دعوٰی کیا تو کفار نے کہا کہ آپ کس جنس سے ہیں۔ اس پر اللہ تعالی نے فرمایا کہ اے پیغمبر !تم کہو کہ میں تم جیسا ایک بشر ہوں کچھ اور نہیں ہوں۔ فرق صرف یہ ہے کہ میری طرف اللہ تعالیٰ کی وحی آتی ہے۔

اس پر حاضرین نے نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ اور مولوی عبدالغنی صاحب یہی کہتے رہے۔'' افو''! آپ میری تمہید تو سنتے نہیں۔''

ساتواں مغالطہ:

مولوی عبدالغنی صاحب نے آنحضرت ﷺ کو بشر نہ کہنے کی ایک دلیل یہ بھی دی تھی۔ کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کی نسبت اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَراً سَوِيًّا ۔ (سورہ مریم۔ آیت ۱۷) (پس صورت پکڑی اس نے واسطے اس کے آدمی تندرست کی) تو کیا حضرت جبرائیل کو بشر کہہ سکتے ہیں۔ اسی طرح گو اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو بھی بشر کہا ہے۔ لیکن ہم ان کو بشر نہیں کہہ سکتے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت جبرئیل کا فرشتہ ہونا قرآن وحدیث سے معلوم ہے۔ اور فرشتوں کا صورت بشری میں متمثل ہونا بھی تمام آئمہ اہل سنت کے نزدیک مسلّم (۱) ہے۔ اسی طرح آپ قرآن وحدیث سے یہ بھی بتائیں کہ کیا آنحضرت ﷺ کسی دیگر اصلیت وحقیقت سے متمثل ہوکر بشری صورت میں آئے تھے؟ اس کے جواب میں اس امر کو ملحوظ رکھیں کہ حضرت جبرئیل جو آئے۔ تو کسی باپ کی پشت سے اور کسی ماں کے بطن سے پیدا ہوکر نہیں آئے تھے۔ لیکن آنحضرت ﷺ کے حالات اس کے برخلاف ہیں۔ آپ ﷺ عفیف عبداللہ کی پشت اور پاک دامن بی بی آمنہ کے بطن مبارک سے پیدا ہوئے۔

---

۱ صحیح بخاری (کتاب بدء الوحی: باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ ﷺ ح ۲) میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس سوال کے جواب میں کہ آپ کو وحی کس طرح آتی ہے۔ فرمایا تھا اَحْيَانًا يَتَمَثَّلُ لِيَ الْمَلَكُ رَجُلاً۔ یعنی کبھی اس طرح آتی ہے کہ فرشتہ میرے پاس آدمی کی صورت میں متمثل ہوکر آتا ہے۔

اور آپ ﷺ نے حضرت خدیجہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وغیرہما سے نکاح بھی کیا اور اولاد بھی ہوئی۔ پس حضرت جبرئیل حقیقت میں فرشتے ہیں۔ اور آنحضرت ﷺ درحقیقت بشر ہیں۔ پس حضرت جبرئیل اور حضور ﷺ میں فرق ہے۔ ہم دو مختلف چیزوں میں سے ایک کو دوسرے پر قیاس نہیں کر سکتے جیسا کہ کتب اصول میں لکھا ہے۔

آٹھواں مغالطہ:

غالی گروہ کے علماء ایک یہ مغالطہ بھی دیا کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ کُنتُ نَبِیًّا وَّآدَمُ بَیْنَ الرُّوحِ والْجَسَدِ۔ (کنوز الحقائق ۱۱۴) ''یعنی میں اس وقت نبی ہوا جب آدم روح اور جسم کے درمیان تھے۔''

یعنی ابھی ان میں روح پھونکی نہیں گئی تھی جب آنحضرت ﷺ حضرت آدم علیہ السلام سے پیشتر کے نبی ہیں۔ تو آپ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد سے کیسے ہو سکتے ہیں؟ یہ ان کا اپنی طرف سے بڑا وزنی اعتراض ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کے یہ معنی نہیں ہیں جو لوگوں نے سمجھے ہیں۔ بلکہ اس کے معنے دوسری احادیث کو سامنے رکھتے ہوئے یہ ہیں کہ میں اللہ کے علم میں آدم علیہ السلام کی پیدائش سے بھی پہلے نبی مقرر ہو چکا تھا۔ چنانچہ جامع ترمذی میں ہے کہ لوگوں نے سوال کیا۔

مَتٰی وَجَبَتْ لَکَ النُّبُوَّۃُ قَالَ وَآدَمُ بَیْنَ الرُّوحِ وَالْجَسَدِ (۱)۔ حضور! آپ کے لئے نبوت کب واجب ہوئی؟ آپ ﷺ نے فرمایا جبکہ آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے۔''

دوسری حدیث میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ اِنِّی عِنْدَاللّٰہِ

(۱) ترمذی، کتاب المناقب: باب ماجاء فی فضل النبی ﷺ، ح ۳۶۰۹

مَكْتُوْبٌ خَاتَمُ النَّبِيِّينَ وَاِنَّ اٰدَمَ لَمُنْجَدِلٌ فِيْ طِيْنَتِهِ ۔(۱) تحقیق میں ہوں اللہ کے نزدیک لکھا ہوا خَاتَمُ النَّبِيِّين جبکہ کہ آدم علیہ السلام ابھی گندھی ہوئی مٹی میں تھے۔

آپ ﷺ کی نبوت اللہ تعالیٰ کے علم میں:

ان ہر دو احادیث سے واضح ہو گیا کہ آنحضرت ﷺ یہ فرمار ہے ہیں کہ میری نبوت اور پھر مجھ پر ختم نبوت اللہ کے علم میں آدم علیہ السلام کی پیدائش سے پیشتر مقرر تھی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ تقرر یعنی کسی کو عہدہ نبوت پر مقرر کرنا اللہ تعالیٰ کے اپنے اختیار کی بات ہے اور اس کا علم ازلی ہے۔ جو کچھ ہونا ہے وہ سب اس کو پیشتر سے معلوم ہے اور معلوم کیوں نہ ہو؟ اسی کے حکم سے تو سب کچھ واقع وحادث ہوتا ہے۔

اس حدیث کی تائید کہ اس سے مراد اللہ تعالیٰ کے علم میں مکتوب ہونا ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ قول ہے۔ جو سورۂ مریم میں بیان کیا گیا ہے۔ کہ آپ نے کہا۔

اِنِّيْ عَبْدُ اللّٰهِ اٰتٰنِيَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِيْ نَبِيًّا ۝ (سورہ مریم۔ آیت ۳۱) ''تحقیق میں اللہ کا بندہ ہوں۔ دی اس نے مجھ کو کتاب اور بنایا مجھ کو نبی۔'' تفسیر خازن میں اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے۔

وَهٰذَا اَخْبَارٌ عَمَّا كُتِبَ لَهٗ فِي اللَّوْحِ الْمَحْفُوْظِ كَمَا قِيْلَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَتٰى كُنْتَ نَبِيًّا قَالَ كُنْتُ نَبِيًّا وَّ اٰدَمُ بَيْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ (ج ۳ ص ۲۲۰) یہ خبر ہے اس سے جو لکھا گیا واسطے اس (مسیح) کے لوحِ محفوظ میں جس طرح کہ آنحضرت ﷺ سے پوچھا گیا کہ آپ کب نبی ہوئے؟ تو آپ نے فرمایا۔ میں نبی مقرر ہوا جبکہ آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے۔'' اسی مفصل بات کو آپ کے علامہ ابوالسعود حنفیؒ آیت بالا کے ضمن میں اس طرح بیان فرماتے ہیں۔

وَالتَّعْبِيْرُ بِلَفْظِ الْمَاضِيْ فِي الْاَفْعَالِ الثَّلَاثَةِ بِاِعْتِبَارِ مَا سَبَقَ فِي الْقَضَاءِ

(۱) مسند احمد (۴/ ۱۲۷۔۱۲۸) شرح السنۃ (۱۳/ ۲۰۷)

الْـمَـخْتُوْ مِ اَوْبِجَعْلِ مَا فِي شَرْ فِ الْوُقُوْ عِ لاَ مَحَا لَةَ وَ اقِعًا (تفسیر۱۰۴۱سورۂ مریم)اور تینوں فعلوں(اَتَانِی اور جَعَلَنِی اور جَعَلْنِی میں)ماضی کا استعمال اس اعتبار سے کیا جو حتمی قضا میں مقدر ہو چکا تھا۔یا اس کو جو ضرور ضرور واقع ہونے والا تھا۔بطور واقع شدہ کے بیان کیا۔

شرح مواقف میں ہے۔وَاَمَّا قوله (وجعلنی نبیًا) فهـو كقول النبی علیه السلام كنت نبیا و ادم بین الماء و الطین فی انه تعبیر عن المحقق فیما یستقبل بلفظ الـمـا ضی (مطبوعہ استنبول ج ۳ص۱۷۹) ''یعنی اس آیت اور اس حدیث میں ماضی کا لفظ اس لئے ذکر کیا گیا ہے کہ یہ باتیں زمان مستقبل میں ضرور ضرور متحقق ہو جانے والی تھیں۔''

ان حوالجات سے صاف واضح ہو گیا کہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے علم میں آدم علیہ السلام کی پیدائش سے بھی پیشتر نبی ﷺ مقرر تھا۔پس اس سے غالی گروہ کا یہ مقصد کہ آنخضرت ﷺ آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے نہیں ہیں پورا نہیں ہوسکتا......نیز اس لئے یہ استنباط اُن کے وہم کا نتیجہ ہے۔جو نصوص بیّنہ خصوصاً خود آنخضرت ﷺ کی تصریح کے کہ ''میں عبداللہ کا بیٹا ہوں۔'' خلاف ہے۔چنانچہ مشکوٰۃ شریف میں حدیث ہے کہ۔

قَـالَ اَنَا مُحَمَّدٌ بِنُ عَبْدِاللهِ بِنُ عَبْدِ المطَّلَبِ (۱) ''فرمایا میں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہوں۔''

اسی طرح اس حدیث میں جو اوپر مزکور ہو چکی ہے یہ الفاظ بھی ہیں۔وَرُؤيَا اُمِّی(۲)اس میں آپ اپنی والدہ ماجدہ بھی بتاتے ہیں۔اور معلوم ہے کہ آپ کے والد ماجد جناب عبداللہ اور آپ کی والدہ ماجدہ آمنہ خاتون اور آپ کے جد امجد عبدالمطلب اولاد آدم سے تھے۔

اسی طرح پہلے یہ حدیثِ معراج کے ذکر میں گذر چکا ہے کہ حضرت جبریل نے آپ

---

(۱) مشکاۃ المصابیح: باب فضائل سید المرسلین ﷺ ' ح ۵۷۵۷ بحوالہ ترمذی' کتاب المناقب: باب ماجاء فی فضل النبی ﷺ ' ح ۳۶۰۷ '۳۶۰۸

(۲) مسند احمد (۴/ ۱۲۷_۱۲۸)

سے حضرت آدم اور حضرت ابراہیم علیہما السلام کی نسبت کہا ھٰذَا اَبُوكَ اٰدَمُ اور ھٰذَا اَبُوكَ اِبْـــرَاهِيْـمُ یعنی ''یہ آپ کے باپ آدم ہیں اور یہ آپ کے باپ ابراہیم علیہما السلام ہیں۔''
دونوں نے کہا کو مَرْحَبًا بِاِبْنِ الصَّالِحِ یعنی مرحبا ہو صالح بیٹے کو۔''

یہ سب صاف صاف تصریحات ہیں کہ آنحضرت ﷺ اولاد آدم سے ہیں پس ان کے برخلاف کوئی وہمی استنباط درست نہیں ہوسکتا۔

حنفی کتب ہائے عقائد اور بشریت رسول ﷺ

حنفی کتب ہائے عقائد میں سب سے پہلی کتاب ''عقائدِ نسفی'' ہے جو علامہ نسفیؒ کی تصنیف ہے۔ حنفی علماء میں علامہ نسفی کا بہت بلند پایہ ہے۔ اور انکی یہ تصنیف مثل دیگر تصانیف کے بہت مقبول ہے۔ بڑے بڑے ماہر علماء نے اسکی شرحیں لکھیں اور پھر ان شرحوں پر حواشی درحواشی لکھے گئے۔ جن کی تفصیل کا یہ موقع نہیں ہے۔ علامہ نسفیؒ اس میں فرماتے ہیں۔

(۱) وَقَدْ اَرْسَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى رُسُلاً مِنَ الْبَشَرِ اِلَى الْبَشَرِ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ وَمُبَيِّنِيْنَ لِلنَّاسِ مَا يَحْتَاجُوْنَ اِلَيْهِ مِنْ اُمُوْرِ الدِّيْنِ وَالدُّنْيَا وَ اَيَّدَهُمْ بِالْمُعْجِزَاتِ النَّاقِضَاتِ لِلْعَادَاتِ وَاَوَّلُ الْاَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ اٰدَمُ وَاٰخِرُهُمْ مُحَمَّدٌ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ۔ ''تحقیق بھیجے اللہ تعالیٰ نے رسول بشروں میں سے طرف بشروں کی بشارت دینے والے اور ڈرسنانے والے اور بیان کرنے والے واسطے لوگوں کے وہ باتیں جن کی ان کو حاجت پڑے امور دین و دنیا سے اور تائید کی ان کی ساتھ معجزات کے جو توڑنے والے ہیں عادتوں کے اور سب سے پہلے نبی آدم علیہ السلام ہیں اور آخر ان کے حضرت محمد ﷺ ہیں۔''

وجہ استدلال یوں ہے کہ حضرت علامہ نسفیؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بشروں کو

بشروں کی طرف رسول بنا کر بھیجا ہے۔ پہلی دفعہ جو لفظ بشر ہے اس سے رسول مراد ہیں اور دوسری دفعہ جو ہے اس سے امتی مراد ہیں۔ پس مصنف کے نزدیک امتی اور رسول ہر دو فریق بشر ہیں۔ اور چونکہ سب انبیاء کو بشر کہا گیا ہے اور آنحضرت ﷺ بھی نبی برحق ہیں اس لئے آپ بھی بشر ہیں۔

دیگر یہ کہ اس کے بعد علامہ صاحب نے کہا ہے۔ اوّل الانبیاء آدم علیہ السلام ہیں اور آخر ان کے محمد ﷺ۔ پس آدم آدم علیہ السلام بھی بشر ہوئے اور آنحضرت ﷺ بھی بشر ہوئے۔

(۲)۔ اسی طرح علامہ نسفیؒ اس کتاب کے آخر میں فرماتے ہیں۔

وَرُسُلُ الْبَشَرِ اَفْضَلُ مِنْ رُسُلِ الْمَلاَ ئِکَۃِ. اور بشروں میں کے رسول فرشتوں میں کے رسولوں سے افضل ہیں۔ اس عبادت میں جملہ انبیاء کو جنس بشر سے کہا ہے۔

(۳) اسی طرح ''عقائد نسفیہ'' میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی افضلیت کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

وَاَفْضَلُ الْبَشَرَ بَعْد نَبِیِّنَا اَبُوْبَکْرِ الصِّدِّیْقُ (شرح عقائد مصری ۷۷)

''اور سب بشروں سے افضل بعد ہمارے نبی اکرم ﷺ کے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔'' وجہ استدلال یوں ہے کہ اگر مصنف کے علم وعقیدے میں آنحضرت ﷺ جنس بشر سے نہیں ہیں۔ تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو افضل البشر کہنے کی صورت میں بَعْدَ نَبِیِّنَا کہنے کی کیا ضرورت ہے؟(۱)

(۳) اسی طرح ''قصیدۂ امالی'' کی شرح میں زیر۔ ع

''اِمَا مُ الْاَ نْبِیَاءِ بِلاَ اِخْتِلاَفِ''۔ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں۔

---

(۱) علامہ تفتازانیؒ نے شرح نسفی میں بَعْدَ نَبِیِّنَا پر کہا بَعْدَ الانبیاء کہنا بہتر تھا۔ کیونکہ صدیقیت کا مرتبہ نبوت کے مرتبہ سے نیچے ہوتا ہے۔ یہ بھی تمام انبیاء کے جنس بشر سے ہونے کی دلیل ہے۔

اِعْلَمْ اَنَّ الْبَشَرَ ثَلاثَةُ اَقْسَامٍ کَامِلٌ وَّمُکَمِّلٌ وَّهُمُ الْاَنْبِیَاءُ ۔الخ'' جان تو کہ (جنس) بشر تین قسموں پر ہے (پہلی قسم) خود کامل اور دوسروں کو کامل کرنے والے اور وہ انبیاء ہیں۔الخ

وجہ استدلال یوں ہے کہ آنحضرت ﷺ کی نبوت کے درجہ کو جمیع انبیاء کی نبوت سے افضل ثابت کرنے کے لئے شرح میں ملا علی قاری حنفیؒ پہلے بشروں کی قسمیں بیان کرتے ہیں۔ اور پہلی قسم میں انبیاء کو لکھتے ہیں پس ثابت ہوا کہ مصنف کے نزدیک آنحضرت ﷺ جنس بشر سے ہیں۔

(۴) شیخ کمال الدین ابن ہمامؒ حنفیوں میں بڑے پائے کے عالم ہیں ان کی تصانیف مختلف فنون میں ہیں۔علم عقائد میں ایک کتاب ''مسائرہ'' نام لکھی۔اس میں آپ نبی کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

اَلنَّبِیُّ اِنْسَانٌ بَعَثَهُ اللّٰهُ لِتَبْلِیْغِ مَا اُوْحِیَ اِلَیْهِ ۔(مطبوعہ مصر مع شرح ۱۹۰۰) ''نبی انسان ہوتا ہے جسے اللہ تعالیٰ اپنی وحی کی تبلیغ کیلئے مقرر کرتا ہے جو اس کی طرف کی جاتی ہے۔''

اس حوالہ سے استدلال کی صورت یہ ہے کہ چونکہ آنحضرت ﷺ نبی ہیں اور ہر نبی انسان ہوتا ہے۔ اس لئے بحکم شکل اوّل آنحضرت ﷺ انسان ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو انسان (۱) بھی کہا ہے اور بشر (۲) بھی۔ پس آنحضرت ﷺ بھی جنس انسان اور بشر سے ہیں۔

(۵) اسی طرح شیخ ابن ہمام حنفیؒ اسی کتاب میں سہو کی بحث میں فرماتے ہیں۔

وَالْاَصَحُّ جَوَازُ السَّهْوِ فِي الْاَفْعَالِ عَلَیْهِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ اَنْسیٰ کَمَا تَنْسَوْنَ فَاِذَا نَسِیْتُ فَذَکِّرُوْنِي ۔(ص۲۰۰) ''اصح یہی ہے کہ افعال میں آنحضرت ﷺ پر سہو کا طاری ہونا جائز ہے۔ چنانچہ خود

(۱) سورۂ حجر آیت ۲۶ نیز سورۂ الرحمٰن آیت ۱۴ منہ (۲) سورۂ حجر آیت ۳۳ و سورۂ ص آیت ۷۱

آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔سوائے اس کے نہیں کہ میں ایک بشر ہوں۔بھول جاتا ہوں جیسے تم بھول جاتے ہو۔سو جب میں بھول جاؤں تو تم مجھے یاد کرادیا کرو۔(۱)

دیگر کتب کی شہادتیں:

(۱) ان کتب کی شہادتوں کے بعد جو خاص حنفی علماء نے لکھی ہیں ہم دیگر کتب کی شہادتیں بھی پیش کرتے ہیں۔جو وہ بھی بڑے بڑے علمائے اہلسنت نے لکھی ہیں۔علامہ تفتازائیؒ شیخ ابنِ ہمام کی طرح ''مقاصد''میں نبی کی تعریف میں لکھتے ہیں۔

اَلنَّبِیُّ اِنْسَانٌ بَعَثَهُ اللّٰهُ لِتَبْلِیْغِ ماَ اُوحِیَ اِلَیْهِ (شرح مقاصد ج۲ تا ۱۷۳)''نبی ایک انسان ہے۔جس کو اللہ تعالیٰ اس چیز کی تبلیغ کیلئے مبعوث کرتا ہے جو اس کی طرف وحی کی جاتی ہے۔''

(۲) ''کتاب الشفاء (فی حقوق مصطفٰے ﷺ) مصنفہ قاضی عیاض۔آنحضرت ﷺ کے فضائل وتعظیمات کے بیان میں خاص درجہ رکھتی ہے۔دنیا جہان میں مقبول ومعروف ہے۔اس کی توصیف میں صاحب کشف الظنون'' لکھتے ہیں۔ **لَمْ یُوَ لَّفْ مِثْلُهٗ فِي الْاِسْلاَمِ** ۔یعنی اس باب میں اسلام میں اس کتاب کی مثل کوئی کتاب تصنیف نہیں ہوئی۔''

آنحضرت ﷺ کی بشریت کا ذکر قاضی عیاضؒ نے اس کتاب میں مختلف پہلوؤں میں کیا ہے۔گویا کہ جو جو امر احادیث میں اور دیگر کتب میں متفرق طور پر مذکور تھے۔وہ سب قاضی صاحب نے اس کتاب میں جمع کر دیئے ہیں۔ہم ان سب کا خلاصہ ترجمہ کر کے لکھتے ہیں۔

(۱) قاضی صاحبؒ نے اس عنوان میں کہ بشری احوال میں سے آنحضرت ﷺ کے حق میں کیا کیا امر جائز ہے اور کیا کیا امر جائز نہیں۔آیت **مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ** ۔(سورہ آل عمران۔آیت ۱۴۴) ذکر کر کے یہ ظاہر کیا کہ آنحضرت ﷺ پر موت کا آنا منافی نبوت نہیں

---

(۳) یہ حدیث متفق علیہ ہے۔دیکھئے بخاری' کتاب الصلاۃ: باب التوجہ نحو القبلۃ حیث کان' ح ۴۰۱ مسلم' کتاب المساجد: باب السھو فی الصلاۃ والسجود لہ' ح ۵۷۲

۔پھراس کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام والی آیت کَانَا یَاْکُلَانِ الطَّعَامَ (سورہ مائدہ ۔آیت ۷۵)۔اورآیت اِلَّا اِنَّھُمْ لَیَاْکُلُوْنَ الطَّعَامَ وَیَمْشُوْنَ فِي الْاَسْوَاقِ ۔ (سورہ فرقان ۔آیت ۔۲۰) لکھی ہے۔پھر آیت اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ یُوْحٰی اِلَیَّ ۔ آلایۃ (سورہ کہف ۔آیت ۱۱۰) ذکر کر کے لکھتے ہیں۔

فَمُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَسَائِرُ الْاَنْبِیَاءِ مِنَ الْبَشَرِ اُرْسِلُوْا اِلَی الْبَشَرِ ۔ (شفا مطبوعہ قسطنطنیہ ص ۸۶) ''پس محمد ﷺ اور دیگر تمام انبیاء علیہم السلام جنس بشر سے ہیں جو بشروں کی طرف بھیجے گئے۔

(۲) پھراس سے آگے فرماتے ہیں۔

''پس ان کے ظواہر اور اجسام اور بدن کے ڈھانچے بشری اوصاف سے متصف ہوتے ہیں۔جو دوسروں پر وارد ہوتا ہے۔ان پر بھی وارد ہوتے ہیں۔ عوارض اور بیماریاں اور موت اور فناء اور (دیگر) انسانی صفات۔اوران کے ارواح اور بواطن اوصافِ بشریت سے نہایت اعلیٰ صفات کے ساتھ متصف ہوتے ہیں الخ (مترجماً۔ج۲ص۶)

(۳) پھر باب ثانی میں فرماتے ہیں۔

ہم پیشتر بیان کر چکے ہیں کہ آنحضرت ﷺ اور دیگر تمام انبیاء اور رسل علیہم السلام جنس بشر سے ہیں۔اور یہ بھی کہ آپ ﷺ کا جسم اور ظاہر خالص بشری تھا۔اور جو کچھ (جسمانی) آفات وتغیرات اور درد اور بیماریاں اور موت کے پیالے کا گھونٹ پینا (دوسرے) بشروں پر جائز ہے۔وہ آپ ﷺ پر بھی جائز ہے۔اورسب باتیں آپ ﷺ کی شان میں منقصت (نقصان کی باتیں) نہیں۔'' (ج۲ص۱۷۳)

(۴) قاضی صاحبؒ آداب وفضائل مدینہ شریف کے بیان میں فرماتے ہیں۔

وَاشْتَمَلَتْ تُرْبَتُهَا عَلیٰ جَسَدِ سَیِّدِ الْبَشَرِ وَمَوَاقِفُ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ (ج ۲ ص ۵۰) مدینہ شریف کی زمین میں سید المرسلین ﷺ کے ٹھیرنے اور کھڑے ہونے کے مقامات ہیں۔"

(۵) اسی طرح باب ثالث جلد اوّل میں فرماتے ہیں۔

لاَ خِلاَفَ اَنَّہ اَکْرَمُ الْبَشَرِ وَسَیِّدِ الْبَشَرِ وَلَدِ اٰدَم (ص ۱۳۰) فَانَا اَتْقٰی وَلَدِ اٰدَمَ (۱) (۱۳۱) "اس میں خلاف نہیں کہ بے شک آنحضرت ﷺ سب بشروں سے زیادہ عزت والے اور اولاد آدم کے سردار ہیں۔ فرمایا پس میں سب اولادِ آدم سے بڑھ کر پرہیز گار ہوں۔"

تشریح: ان مقامات پر جیسا کہ آپ کو سید المرسلین کہا گیا ہے۔ ویسے سید اولاد آدم اور سید البشر اور اکرم البشر بھی کہا گیا ہے۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ آپ کو جس طرح زمرۂ انبیاء سے جانتے ہیں۔ اسی طرح جنس بشر اولاد آدم سے بھی جانتے ہیں۔ اور پھر خود آنحضرت ﷺ کی زبان مبارک کی حدیث بھی نقل کرتے ہیں جس میں حضور ﷺ اپنے آپ کو اولاد آدم میں سے گنتے ہیں۔

(۶) اسی طرح قاضی عیاضؒ نے اسی کتاب میں دیگر مختلف جگہوں پر بھی حضور ﷺ کے لئے لفظ بشر کا استعمال کیا ہے۔ مثلاً باب سہو میں کئی جگہ حدیث اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ اَنْسیٰ کَمَا تَنْسَوْنَ (۱)۔ (یعنی حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں تمہاری طرح ایک بشر ہوں۔ میں بھی بھول جاتا ہوں جس طرح تم بھول جاتے ہو)۔ ذکر کی ہے۔ اور سہو و نسیان کو عادات بشریہ اور انسانیہ سے کہا ہے۔ (ج ۲۔ ص ۱۴۳۔ ۱۴۶)

---

(۱) یہ حدیث معجم الکبیر للطبرانی (۱۲/۱۰۴) میں ہے۔ اس کی سند میں یحییٰ بن عبدالحمید اور غازن بن زبعی دونوں راوی ضعیف ہیں۔ وقال ابن کثیر "وھذا الحدیث فیہ غرابۃ و نکارۃ (البدایۃ ۲/۲۵۷) ولہ شاھد صحیح عند احمد (۵/۴۳۴)

ایک سوال:

ہم مولوی عبدالغنی صاحب اور ان کے ہمصفیر علماء سے بادب سوال کرتے ہیں کہ آپ صاحبان آنخضرت ﷺ کو سید البشر اور سید اولاد آدم جانتے ہیں یا نہیں؟ اگر معاذ اللہ نہیں جانتے تو آپ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی فضیلت سے انکار کرتے ہیں۔ جو قرآن شریف کی آیات اور صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ اور جس پر آئمہ امت کا اجماع ہے۔ پس اس صورت میں آپ اپنی پوزیشن کو سمجھئے کہ قرآن وحدیث اور اجماع امت کے خلاف اعتقاد رکھتے ہوئے آپ کس فرقہ میں شمار ہونگے؟

اور اگر آپ آنخضرت ﷺ کو سید البشر اور سید اولاد آدم جانتے ہیں تو آپ آنخضرت ﷺ کی بشریت سے اور آپ کے اولاد آدم ہونے سے کس طرح انکار کر سکتے ہیں۔؟ پھر تو آپ کو آنخضرت ﷺ کی پیغمبری سے بھی انکار کرنا پڑے گا۔ کیونکہ قاضی صاحب جن حضرت کو سید المرسلین کہتے ہیں۔ آپ ﷺ رسول ہوکر ہی رسولوں کے سردار ہو سکتے ہیں۔ اسی طرح قاضی صاحبؒ آنخضرت ﷺ کو سید البشر اور سید اولاد آدم بھی کہتے ہیں۔ پس آپ ﷺ جنس بشر اور اولاد آدم سے ہوکر ہی ان کے سردار ہو سکتے ہیں۔

ایک لطیفہ:

یہ وہی سوال ہے جو قلعہ سیالکوٹ پر خان احمد یار خاں صاحب انسپکٹر پولیس کی وساطت سے آپ سے کیا گیا تھا۔ اور ان کی خدمت میں کہا گیا تھا کہ ہم (اہلحدیث) دستخط کر دیتے ہیں کہ آنخضرت ﷺ سید البشر ہیں۔ آپ اس پر مولوی عبدالغنی صاحب سے بھی دستخط کرا دیں۔ بس شہر سے فتنہ مٹ جائے گا۔ انسپکٹر صاحب نے آپ سے کہا تو آپ نہ تو تحریری دستخط کرنے پر آمادہ ہوئے اور نہ آپ نے زبانی اس کا اقرار کیا۔ کیونکہ آپ سمجھ گئے تھے کہ اس امر میں آپ

---

(۱) متفق علیہ وتقدم تخریجہ آنفاً۔

کا راستہ دونوں طرف سے بند ہے۔ اقرار کریں تو آنحضرت ﷺ کی بشریت کا اقرار کرنا ہے جس میں سبکی اور شرمندگی اٹھانی پڑتی ہے۔ اور اگر انکار کرتے ہیں۔ تو دنیا جہان کی ملامت کی بوچھاڑ سر پر پڑتی ہے۔ منظر بڑا دیدنی تھا اور مولوی صاحب کی حالت قابل رحم۔

انصاف کی شہادت۔ اب آپ ہی انصاف کریں کہ آنحضرت ﷺ کی شان کو گھٹانے والا کون ہے؟ اور آپ ﷺ کی سیادت (سرداری) کو ماننے والا کون ہے؟ آپ ﷺ کی شان کو ماننے والا کون ہے اور اس سے انکار کرنے والا کون ہے؟

آپ ہی اپنے ذرا جور و جفا کو دیکھیں
ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

قصیدہ بردہ اور بشریت رسول ﷺ :

یہ قصیدہ آنحضرت ﷺ کی مدح میں کہا گیا ہے اور بہت متبرک سمجھا جاتا ہے۔ حنفی اور غیر حنفی سب لوگ اس کو مانتے ہیں۔ اس کے مصنف ابو عبداللہ شرف الدین محمد بن سعید بن حماد بوصیری قدس سرہ ہیں۔ باعث انشاء یہ ہے کہ امام موصوف کا نچلا دھڑ عارضہ فالج سے بیکار ہو گیا تھا۔ آپ کو آنحضرت ﷺ کی مدح میں قصیدہ کہنے کا الہام ہوا خواب میں آنحضرت ﷺ نے آپ کے جسم پر ہاتھ مبارک پھیرا۔ صبح جب بیدار ہوئے تو بالکل تندرست تھے۔ اس میں امام بوصیری فرماتے ہیں۔

دَعْ مَا ادَّعَتْهُ النَّصَارٰی فِيْ نَبِيِّهِمْ
وَاحْكُمْ بِمَا شِئْتَ مَدْحًا فِيهِ وَاحْتَكِمْ

یعنی اس دعویٰ کو جو نصاریٰ نے اپنے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بابت کیا ہے چھوڑ دے اور اس کے سوا آپ ﷺ کی مدح میں جو کمالِ نبوت تو چاہے اس سے آپ کی مدح کر اور اس پر پختہ رہ۔ اسی میں آپ یہ بھی فرماتے ہیں۔

فَمَبْلَغُ الْعِلْمِ فِيهِ أَنَّهُ بَشَرٌ
وَأَنَّهُ خَيْرُ خَلْقِ اللهِ كُلِّهِمُ

یعنی پس آپ ﷺ کے متعلق ہمارے فہم وعلم کی انتہا یہ ہے کہ آپ ﷺ بشر ہیں اور یہ کہ آپ ﷺ تمام خلق اللہ سے بہتر ہیں۔

مذہب اہل حدیث کا خلاصہ:

مذہب اہل حدیث کا خلاصہ کلمہ طیبہ ہے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں اور حضرت محمد ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں۔

پس ہم اللہ تعالیٰ کی ذات اور اسکی صفاتِ مختصہ اور عبادت میں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں گردانتے اور حضرت رسول اللہ ﷺ کو سید المرسلین اور سید اولادِ آدم اور سید البشر اور واجب الاطاعت بندہ اور رسول جانتے ہیں۔ اور یہی مذہب قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔ اور یہی صحابہ وخیار تابعین رضی اللہ عنہم اور آئمہ مجتہدین اور اولیاء وصالحین امت کا رہا ہے۔ اور اس میں کمی یا بیشی کو ضلالت و اِلحاد جانتے ہیں۔

طریقہ محدثین:

شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا رتبہ حنفی علماء میں بہت بلند ہے۔ آپ فخر سیالکوٹ مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی کے ہمعصر ہیں۔ حرمین شریفین میں قیام کر کے علم حدیث کی تحصیل کی۔ بعد فراغت دہلی میں آئے اور تدریس وتصنیف میں مشغول رہے۔ علم حدیث کی بہت خدمت کی۔ صوفی مسلک تھے۔

۱۸۵۲ء میں دہلی میں فوت ہوئے۔ آپ کی مرقد قطب صاحب میں ہے۔ آپ اپنے مکتوب ورسائل کے ص ۵۹ میں مذہب محدثین کو اس طرح بیان کرتے ہیں۔

طریقہ محدثین اخذ بعمل منصوص است کہ بنقل صحیح ثابت شدہ باجواز عمل

بحدیث ضعیف درفضائل اعمال لاسیما تر وتعدد طرق وتعاضد آں۔" (ص ۵۹)

"محدثین کا طریقہ منصوص پر عمل کرنے کا ہے جو کہ صحیح روایت سے ثابت ہو اور ضعیف حدیث پر بھی عمل کا جائز ہونا کہ فضائل اعمال میں ہو۔ خصوصاً جبکہ اس کے کئی طریقے ہوں اور اس کی تائید بھی ہو۔"

خاتمہ:

ناظرین آپ نے دیکھ لیا کہ شیخ عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ حنفی، محدثین کا مذہب یہ قرار دیتے ہیں کہ جو روایات صحیح طور پر ثابت ہوں اور ان میں مسئلہ منصوص ہو ان کی پیروی کرنا۔ پس ہم نے اس کتاب میں آیات قرآنی اور صحیح احادیث کی نصوص سے آنحضرت ﷺ کی رسالت وبشریت کو ثابت کر دیا ہے اور ان آیات واحادیث کی تفسیر وتشریح میں اپنی طرف سے کچھ بھی نہیں ملایا۔ جو کچھ لکھا ہے وہ ہر فن کے مسلّم کُل آئمہ خصوصاً علمائے حنفیہؒ کی تصریحات سے لکھا ہے۔ اور ثابت کر دکھایا ہے کہ غالی گروہ نے آنحضرت ﷺ کی محبت کے بھیس میں جو غلو اور افراط پیدا کرنا چاہی ہے وہ قرآن وحدیث کے علاوہ حنفی مذہب کے بھی خلاف ہے۔ اب چاہے کوئی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین اور آئمہ مجتہدین رضی اللہ عنہم واولیاء وصالحینؒ کی موافقت میں آنحضرت ﷺ کو عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ سمجھے اور چاہے پولوسی غلو اور ہندوانہ ذہنیت سے آنحضرت ﷺ کو اللہ تعالیٰ کا اوتار سمجھے اس کا اپنا کام ہے۔ وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِيْنُ۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ بِعِزَّتِهٖ وَجَلَالِهٖ تَتِمُّ الصّٰلِحٰتُ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى خَيْرِ الْخَلِيْقَةِ وَصَفْوَةِ الْبَرِيَّةِ مُحَمَّدٍ عَبْدِهٖ وَرَسُوْلِهٖ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَزْوَاجِهِ الْمُطَهَّرَاتِ۔

۳۔ اگست ۱۹۳۹ء

طالبِ شفاعت رسول کریم ﷺ بندۂ ضعیف

محمد ابراہیم میر سیالکوٹی (علیہ الرحمہ)